''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی بلاشبہ اس نے میرا انکار کیا۔'' (بخاری)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna,
S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

''اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (قرآن)

سہ روزہ دعوت

نئی دہلی

LAZAWAL'S PROJECT PROPOSAL

سرکاری و غیر سرکاری اداروں سے مالی تعاون کی درخواستیں اکثر اس لئے بھی نامنظور ہوجاتی ہیں کہ وہ قابل قبول ہیئت اور معیار کے مطابق تیار نہیں کرائی جاتیں۔ ہم نے اس معیار کو سامنے رکھتے ہوئے درجنوں Project Proposals تیار کرائے ہیں جو قیمتاً دستیاب ہیں۔ اپنی ضروریات کے لئے ہم سے رجوع کریں۔

lazawalpd@gmail.com
Lazawal Pbulishers & Distributors
Kokan Villa, Iqra Colony, New Sir Syed Nagar, Aligarh-202002
Ph.: 0571-2401209

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۲۸ ● ۲۵ مارچ ۲۰۰۹ء ● 25 Mar. 2009 ● جمعہ ● ۲۷ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ ● قیمت Rs.5/= ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲ ریال ● Posting: 23 Mar. 2009 Monday ●

امریکہ کی ایران پالیسی

واشنگٹن۔ برطانوی ذرائع ابلاغ کے مطابق امریکی انتظامیہ نے ایرانی حکام کے ساتھ سفارتی تعلقات کے حوالے سے پابندیوں میں نرمی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ذرائع کے مطابق ایران سے متعلق امریکی پالیسی کا جائزہ تاحال نامکمل ہے اور سابق امریکی صدر بش کا ایران میں نچلی سطح پر سفارتی مشن کھولنے کا منصوبہ بھی تاحال آف دی ٹیبل ہے۔ اوبامہ انتظامیہ ایران سے متعلق اپنی پالیسی کو حتمی شکل دے رہی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ نئی پالیسی میں ایران کی طرف مفاہمتی اقدامات شامل ہوں گے تاکہ دونوں ممالک میں رابطہ قائم ہوسکے اور اس کے علاوہ شاید ایران کے سب سے بڑے رہنما آیت اللہ خامنہ ای کو ایک خط بھی لکھا جائے۔

برطانیہ میں مودی کے داخلہ پر پابندی

لندن۔ ہندنژاد برطانوی مسلمانوں نے برطانوی حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ گجرات کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر انہیں برطانیہ میں داخلے کا ویزا نہ دے۔ مسٹر مودی ڈاو جونز فائنانشل نیوز کی جانب سے مئی میں ہونے والے انڈیا سمٹ ۲۰۰۹ سے خطاب کرنے والے ہیں۔ کونسل آف انڈین مسلمز کے چیئرمین محمد مناف زینا نے وزیر داخلہ جیکی اسمتھ کے نام اس سلسلہ میں ایک خط لکھا ہے۔

عراق جنگ کے ۶ سال

بغداد۔ ۱۹ مارچ ۲۰۰۳ء کو شروع ہوئے عراق جنگ کو چھ سال مکمل ہوگئے۔ اس دوران لاکھوں افراد ہلاک ہوئے۔ چار ہزار ۲۶۰ امریکی فوجی بھی ہلاک ہوئے جب کہ ۳۱ ہزار ۸۹ معذور و زخمی ہوگئے۔ آزاد ذرائع کے مطابق زخمی امریکی فوجیوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہے۔ اب جب کہ امریکی عراق جنگ کو ختم کر کے آئندہ سال کے اختتام تک زیادہ تر فوجیوں اور ۲۰۱۱ء میں مکمل انخلاء چاہتا ہے۔ عراقیوں کو اس پر یقین نہیں ہے۔ عراقی رہنماؤں، فوج اور پولیس کی اصل آزمائش جون میں ہوگی جب امریکی دستوں کی واپسی شروع ہوگی اور عراقی امور میں ان کی مداخلت کم ہوگی۔ اس وقت عراق میں ایک لاکھ ۳۸ ہزار امریکی فوجی ہیں۔

کرد زبان میں قرآن کا ترجمہ

انقرہ۔ ترکی میں قرآن مجید کا کرد ترجمہ کیا جائے گا۔ حکومت یورپی یونین کے سیاسی معیار پر آنے اور کردوں کے حقوق کو فروغ دینے کی کوشش میں ایسا کررہی ہے۔ اس سے قبل سرکاری کرد ٹی وی بھی شروع کیا جاچکا ہے۔ ترکی کی کل سات کروڑ کی آبادی میں تقریباً سوا کروڑ کرد ہیں مگر بعض علاقوں میں کرد زبان کے استعمال پر پابندی ہے، اس زبان میں نہ تو کوئی سیاسی تقریر کرسکتا ہے اور نہ سرکاری خط و کتابت۔

ہندوستان سے امریکہ کا مطالبہ

نئی دہلی۔ امریکی حکومت نے ہندوستان سے کہا ہے کہ وہ پاکستان کی سرحدوں پر تعینات اپنی فوج کی تعداد کم کر کے امن کے ماحول کی طرف پیش قدمی کرنے کا سلسلہ شروع کرے۔ خارجہ سکریٹری شیوشنکر مینن سے امریکی حکام نے یہ بات کہی۔ ہندوستان نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ فوج کی تعداد میں تخفیف کئے جانے کا کوئی سوال نہیں۔

افغانستان میں پھر امریکی فوج میں اضافہ

واشنگٹن۔ نئے امریکی صدر بارک حسین اوبامہ سترہ ہزار افواج افغانستان بھیجنے کو منظوری دینے کے بعد مزید چالیس ہزار وہاں بھیجنا چاہتے ہیں تاکہ وہاں امریکی فوجیوں کی تعداد ۹۰ ہزار ہوسکے۔ ۲۸ ہزار ناٹو کے فوجی اور ۸۰ ہزار افغان فوجی ہیں۔ اس طرح وہ روس کے نقش قدم پر چلنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں جس نے قبضہ کے بعد وہاں اپنی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار کردی تھی۔ امریکی صدر وہاں زیادہ سے زیادہ فوجیوں کی موجودگی کو امن کا ضامن سمجھتے ہیں۔

مسلم اُمیدواروں کو بھی اپنا وزن محسوس کرانا چاہیے

لوک جن شکتی پارٹی کے جنرل سکریٹری اور راجیہ سبھا میں پارٹی کے اکلوتے مسلم نمائندے صابر علی نے بہار میں ٹکٹوں کی تقسیم کے معاملہ میں پارٹی صدر رام ولاس پاسوان سے جو مانگ کی ہے، وہ ان تمام مسلم رہنماؤں کے لئے مشعل راہ ہے جو مختلف پارٹیوں سے وابستہ ہیں اور اپنی اپنی پارٹی کے ٹکٹ پر کسی نہ کسی حلقہ سے آئندہ لوک سبھا الیکشن لڑنا چاہتے ہیں، ان میں سے بہت سے تو امیدوار بنائے جاچکے ہیں اور ایک بڑی تعداد اب بھی ٹکٹ کے حصول کے لئے کوشش کررہی ہے۔ چند ہی دنوں میں تمام سیاسی پارٹیاں اپنے تمام امیدواروں کی فہرست کو حتمی شکل دے دیں گی اور پھر انتخابی مہم شروع ہوجائے گی۔

بیس مارچ ۲۰۰۹ء کے دی پائنیر کی رپورٹ کے مطابق بہار میں راشٹریہ جنتادل کے ساتھ لوک جن شکتی پارٹی کا انتخابی اتحاد ہونے کے بعد جب ٹکٹوں کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو دیگر ذات و برادریوں کی طرح لوک جن شکتی کے مسلم لیڈر نے قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے مسلمانوں کے لئے تین ٹکٹ کا مطالبہ کردیا، تین نشستوں کی نشاندہی کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اررپہ، مغربی چمپارن اور پورنیہ جہاں مسلم ووٹ فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں، وہاں سے پارٹی مسلم امیدوار بنائے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے جو دوسری بات کہی وہ قابل غور ہے کہ پارٹی کٹیہار جہاں پینسٹھ فیصد مسلمانوں کی آبادی بتائی جاتی ہے۔ وہاں سے کسی مسلم امیدوار کو کھڑا نہ کرے۔ اس کی وجہ بھی بتائی وہ یہ کہ وہاں سے این سی پی کے لیڈر طارق انور الیکشن لڑیں گے، جو ریاست میں ایک مضبوط اور قدآور مسلم لیڈر اور اس حلقہ سے کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں کسی مسلم امیدوار کو کھڑا کرنا بی جے پی کی کامیابی کو یقینی بنانا ہوگا کیونکہ مسلم ووٹ تقسیم ہوکر ضائع ہوجائیں گے اور بی جے پی کے امیدوار کی کامیابی کا راستہ ہموار ہوجائے گا۔

اگرچہ مذکورہ مطالبہ میں مسٹر صابر علی کے ذاتی مفادات بھی وابستہ ہیں۔ انہوں نے خود ہی کہا ہے کہ وہ مغربی چمپارن سے اپنی اہلیہ کو الیکشن لڑانا چاہتے ہیں اور گزشتہ ۲۶ جنوری تک مسٹر پاسوان کی بھی یہی رائے تھی لیکن اب اچانک انہوں نے پرکاش جھا کو امیدوار بنادیا۔ ایک دوسری رپورٹ یہ ہے کہ مسٹر پاسوان نے انتخابی اتحاد کے تحت اپنے کوٹہ کی ۱۲ نشستوں میں سے دو پر مسلم، دو پر درج فہرست ذات، تین پر دیگر پسماندہ طبقات اور پانچ پر اعلیٰ ذاتوں سے تعلق رکھنے والوں کو امیدوار بنانے کا فیصلہ تقریباً کرلیا ہے جس سے مسٹر صابر علی کے دونوں مطالبات شاید ہی پورے ہوسکیں۔

یہ ایک علیحدہ بحث کا موضوع ہے کہ صابر علی کا مطالبہ کیوں پورا نہیں کیا گیا لیکن انہوں نے کٹیہار سے مسلم امیدوار کھڑا نہ کرنے کی جو بات کہی ہے وہ یقیناً قابل غور ہے، اس پر مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ تمام سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے مسلم رہنماؤں خصوصاً جو ٹکٹ کے دعویدار ہیں، کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کیونکہ صابر علی نے مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کا کام کیا ہے اور ایسی رہنمائی کی ہے جس پر عمل کیا جائے تو پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں مسلم نمائندگی بڑھائی جاسکتی ہے، جس کی اشد ضرورت ہے۔ اس سے مسلم ممبران پارلیمنٹ و اسمبلی کو اہم مسائل میں پارٹی سے بالاتر ہوکر ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جاسکتا ہے اور پریشر گروپ بنا کر حکومت سے اپنی بات منوائی جاسکتی ہے اور مسائل حل کرائے جاسکتے ہیں جیسا کہ درج فہرست وقبائل اور اکثریتی فرقہ کی دیگر ذات وبرادریاں کرتی ہیں اور اس سے انہیں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔

ایک اندازے کے مطابق ملک میں اَسّی سے سوا سو پارلیمانی حلقے ہیں جہاں مسلم ووٹر یا تو واضح اکثریت میں ہیں یا اس پوزیشن میں ہیں کہ متحدہ ہوکر اپنے بل بوتے پر کسی مسلم امیدوار کو کامیاب بناسکتے ہیں۔ بہت سے ایسے حلقے بھی ہیں جہاں مسلم ووٹر بیس سے تیس فیصد تک ہیں۔ مسلمانوں کے اتحاد اور پارٹی کی مدد سے وہاں سے مسلم اُمیدوار کامیاب ہوسکتا ہے لیکن تجربہ یہ بتاتا ہے کہ الیکشن میں مسلمان سیاسی پارٹیوں پر آبادی کے تناسب سے مسلم اُمیدوار کھڑا کرنے کے لئے موثر دباؤ نہیں ڈال پاتے۔ بیشتر سیاسی پارٹیاں گنے چنے جو چند مسلم رہنماؤں کو پارٹی کا ٹکٹ دیتی ہے تو بیشتر ان ہی حلقوں سے دیتی ہیں جہاں مسلمانوں کو آبادی تیس فیصد سے زیادہ ہوتی ہے اس طرح ایک ہی حلقہ سے کئی کئی مسلم امیدوار ہوجاتے ہیں، ان میں سے کچھ تو پارٹی کی طرف سے کھڑے کئے جاتے ہیں تو کچھ خود ہی کھڑے ہوجاتے ہیں اور کچھ مسلم ووٹوں کو تقسیم کر کے ضائع کرنے کے لئے سیاسی پارٹیوں یا امیدواروں کی طرف سے کھڑے کردیے جاتے ہیں۔ صابر علی نے بہار کے کٹیہار حلقہ سے کسی مسلم کو اُمیدوار نہ بنانے کا مطالبہ کر کے ایسی روش کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ مسلم امیدواروں کی کامیابی یقینی بن سکے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اکثر مسلم اکثریتی حلقوں میں مسلم امیدواروں کی کثرت اور ووٹوں کی تقسیم کی وجہ سے غیر مسلم امیدوار کامیاب ہوجاتے ہیں۔ ہمارے سامنے مغربی اُترپردیش کی مثال ہے جہاں سے مسلمانوں کی کثیر آبادی ہونے کے باوجود بی جے پی کے امیدوار ہر الیکشن میں آسانی سے کامیاب ہوجاتے ہیں بلکہ ملک میں کسی بھی الیکشن میں بی جے پی امیدواروں کی کامیابی کی وجوہ میں سے ایک اہم وجہ مسلم ووٹوں کی تقسیم ہوتی ہے۔ کوئی بھی پارٹی اپنے طور پر مسلمانوں کو کسی بھی حلقہ سے کامیاب بنانے کی کوشش نہیں کرتی۔ ویسے بھی سیاسی پارٹیوں میں مسلم لیڈران شوپیس کے طور پر ہوتے ہیں جو مسلم عوام سے کم اور پارٹی سے زیادہ وابستہ رہتے ہیں سیاسی پارٹیاں انہیں کبھی بھی مسلمانوں کا نمائندہ بننے نہیں دیتیں تاکہ وہ اوپر نہیں اٹھ سکیں اور پارٹی وحکومت پر مسلمانوں کے مسائل حل کرنے کے لئے دباؤ نہ ڈال سکیں۔ سیاسی پارٹیاں مسلم رہنماؤں کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال تو کرتی ہیں لیکن انہیں اپنی قوم کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم لیڈران قوم کے نمائندے بننے کے بجائے پارٹی کے نمائندے بن کر رہ گئے ہیں۔ مسٹر صابر علی نے جو بات کہی ہے اگر یہ جذبہ اور سوچ تمام مسلم لیڈران اور مسلمانوں میں پیدا ہوجائے تو پارلیمنٹ اور اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی بھی بڑھ سکتی ہے اور ملکی سیاست میں وہ پارٹی سے اوپر اٹھ کر خالص مسلم مسائل میں ایک پریشر گروپ بھی بناسکتے ہیں جو وقت کی ضرورت اور تقاضا ہے۔ کاش کہ یہ سوچ اور جذبہ تمام مسلم رہنماؤں میں پیدا ہوجائے۔ ●●

نفرت کے زہر سے بھرے برتن سے تو نفرت ہی ٹپکے گی

گزشتہ سال یکم اگست کو ورن گاندھی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف پیلی بھیت کے بارکھیڑا تھانہ میں ایک بک سیلر بھرت ویرگنگوار نے ایف آئی آر درج کراتے ہوئے لکھا کہ وہ لوگ میرے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے ان کی کار کا پہیہ مین ہول میں پھنس گیا تو کار سے اُتر کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے میری دکان کے اوپر کسان مزدور سنگھٹن کا جھنڈا لگا دیکھ کر انہوں نے اسے اتارنے کے لئے کہا، اور میرے یہ کہنے پر کہ آپ اپنی کار کے اوپر لگا جھنڈا اُتار دیجئے، انہوں نے مجھے گالیاں دینا اور مارنا پیٹنا شروع کردیا۔ سولہ دسمبر کو بیجے موریا نے گاندھی اور ان کے آٹھ ساتھیوں کے خلاف اس تھانہ میں ایف آئی آر لکھائی کہ انہوں نے کسان مزدور سنگھٹن کا جھنڈا گھر کے چھجے پر لگانے کی وجہ سے مار پیٹ کی تھانہ انچارج پی کے دیویدی کے مطابق پہلے کیس میں چارج شیٹ فائل کی جاچکی ہے اور دوسرے کیس میں فائنل رپورٹ پیش کردی گئی ہے۔ اس کیریکٹر کے حامل ورن گاندھی نے جو پیلی بھیت سے لوک سبھا کے لئے بی جے پی کے امیدوار ہیں۔ اپنے حلقہ میں انتخابی مہم کے دوران تین الگ الگ تقریروں میں مسلمانوں کے خلاف توہین آمیز اور اشتعال انگیز تقریریں کیں اور جب تقریروں سے بارہ دن کے بعد الیکشن کمیشن نے تعزیرات ہند کی غیرضمانتی فقرہ سمیت مختلف گروپوں کے درمیان مذہب، نسل، جائے پیدائش، رہائش گاہ اور زبان وغیرہ کی بنیاد پر دشمنی اور عناد بھڑکانے اور یکجہتی میں خلل ڈالنے والی حرکات سے متعلق دفعہ ۲۵۱ (اے) سوچ سمجھ کر کسی طبقہ کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والی اور توہین آمیز حرکات سے متعلق دفعہ ۲۹۵ (اے) نیز الیکشن سے متعلق طبقات کے درمیان دشمنی اور عناد کو فروغ دینے والی عوامی نمائندہ ایکٹ کی دفعہ بارہ کے تحت تین مختلف تھانوں میں تین ایف آئی آر درج کرادیں اور بی جے پی کے جن لیڈروں نے انہیں زہریلا لٹریچر فراہم کرکے ان کے دل ودماغ میں مسلم مخالف زہر بھرا تھا انہوں نے اپنا دامن جھاڑ لیا یہاں تک کہ دہلی میں اپنے ہیڈکوارٹر میں انہیں اخبار نویسوں کے سامنے صفائی پیش کرنے کا موقع تک دینے سے انکار کردیا تو ایک طرف ورن گاندھی نے سی ڈی میں چھیڑ چھاڑ کرنے کا الزام لگا کر خود کو بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کی اور دوسری طرف اپنی اس فسطائی ذہنیت کا کچھ مختلف انداز میں مظاہرہ کیا۔ کوئی اور غلطی ماننے سے انکار کردیا جب کہ الیکشن کمیشن نے اپنے ارکان کے درمیان بیشتر مسائل میں اختلاف کا ایک ریکارڈ قائم کرنے کے باوجود اس امرکی سنگینی اور ٹھوس شواہد کی وجہ سے باتفاق رائے انتخابی ضابطہ اختلاف کی کھلی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے ورن گاندھی سمیت بی جے پی کے قومی اور ریاستی صدور کو وجہ بتاؤ نوٹس جاری کردیے۔ کمیشن نے پیلی بھیت کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایس پی کو معطل کر کے ڈی ایم اور ایس ایس پی کا غیر انتخابی عہدوں پر ٹرانسفر کردیا اور ساتھ ہی ورن گاندھی کی اترپردیش میں تمام تقریروں، ریلیوں اور دوروں کی ویڈیو ریکارڈنگ کا اعلان کردیا۔ تاہم ورن گاندھی نے اعلان کیا ہے مجھے اپنے عقیدہ پر فخر ہے اس بارے میں مجھے کوئی افسوس نہیں ہے میں ایک گاندھی ہوں۔ ایک ہندو ہوں اور ساتھ ہی بھارتی بھی ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا اور جو نہیں کہا اس پر اب بھی قائم ہوں۔ میں نے اس علاقہ میں یہ تقریر کی تھی جہاں ہندوؤں کو ظلم وزیادتی کا شکار بنایا جارہا ہے۔ اس لئے میں نے ان کے حق میں باتیں کہیں یہ بھارتی سیاست میں افسوسناک بات ہے کہ جب بھی کوئی ہندوؤں کے حق میں بولتا ہے، فرقہ پرست قرار دے دیا جاتا ہے۔ میں مقامی لوگوں کے سامنے تقریر کررہا تھا جہاں تین لڑکیوں کے ساتھ زیادتی کی گئی میں نے ان لوگوں کے دلوں میں امید اور مضبوطی پیدا کرنے کے لئے ایسی باتیں کہیں۔ میں نے کسی طبقہ کے خلاف کوئی بات نہیں کہی۔

اطلاعات کے مطابق نفرت کا بازار گرم کرنے والے ورن گاندھی کے خلاف انتخابی مہم کے دوران ووٹروں کو نقد رقم دینے کا بھی الزام ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ورن گاندھی نے اس علاقہ میں تین ہندو لڑکیوں کے ساتھ زیادتی کی بات کہی ہے جب کہ انڈین ایکسپریس نے اس تھانہ سے گزشتہ ایک سال کے دوران لڑکیوں کے ساتھ زیادتی کے سلسلے میں لکھائی گئی ایف آئی آر کا ریکارڈ طلب کرنے کے بعد لکھا کہ یہاں آٹھ ہندو لڑکیوں کے ساتھ زیادتی کی شکایتیں لکھائی گئی ہیں اور آٹھوں کیسوں میں ملزم ہندو ہی ہیں جن میں سے چار میں چارج شیٹ فائل ہوچکی ہیں۔ اور ملزموں کو گرفتار کر کے جیل بھیجا جاچکا ہے جب کہ تین کیسوں میں کورٹ کے آرڈر پر ایف آئی آر درج کی گئیں جنہیں پولیس نے جھوٹا اور فرضی قرار دے کر خارج کردیا۔ مگر ورن گاندھی نے لڑکیوں کے ساتھ

باقی صفحہ ۵ پر

بلاتبصرہ

لوک سبھا انتخابات کے دوران مختلف سیاسی جماعتوں اور ان کے لیڈروں کا شور وغل بڑھ جاتا ہے۔ اور اس شور میں اکثر اصل ایشوز پیچھے رہ جاتے ہیں مگر اس بار ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ عوام کو ووٹ ڈالتے وقت گزشتہ پانچ برسوں میں اپنے نمائندے کے کئے کام اور اس کے دعووں کو یاد رکھنا چاہئے۔ لوگ یہ دیکھیں کہ ان کی شکایتیں کتنی آسانی سے سنی گئیں اور ان کا کس حد تک حل تلاش کیا گیا۔ کام نہ کرنے والے لیڈر عوام کو اصلی مسائل سے بھٹکانے کا کام کرتے ہیں عوام کو ان کی چال میں نہیں آنا چاہئے۔

رگھوبیر سنگھ، فیز۔ ۱۰ موہالی

ہندوستان ۱۹ مارچ ۲۰۰۹ء

خبر ونظر

سچے کی ایک بات

ایک مراسلہ نگار نے بڑے سچے کی بات کہی ہے ''پیلی بھیت میں ورون گاندھی نے جو کچھ کہا ہے، وہ محض بی جے پی اور سنگھ پریوار کی فرقہ وارانہ سیاست کا مظہر ہے۔ اس پارٹی کے لیڈر اور حمایتی جو کام اپنی نام نہاد ثقافتی تنظیموں کے ذریعے پوشیدہ طور پر کرتے ہیں، ورون گاندھی نے وہی کام کھلے عام کیا ہے۔ فرقہ وارانہ نفرت کی زہریلی سیاست گجرات اور کرناٹک میں صاف طور پر دیکھی جاسکتی ہے جہاں بھگوا پارٹی برسراقتدار ہے۔ ان ریاستوں میں یہ سیاست مکمل سرکاری حمایت سے جاری ہے۔'' (این دیواکر، میسور۔ دی ہندو ۲۰ مارچ)۔ بات یہی ہے۔ اگر کوئی فرد واحد اس قبیل کا طرز عمل اختیار کرتا ہے تو یہ دیکھا جانا چاہئے کہ اس کا یہ ذہن کیسے بنا، کس نے بنایا اور اسے یہ سب کہنے یا کرنے کی تحریک کہاں سے ملی۔ ورون گاندھی نام کا یہ لڑکا تو خیر ناتجربہ کار ہے وہ صرف اپنے لیڈروں کی نقالی کررہا ہے۔ اس نے وہی زبان بولنے کی کوشش کی ہے جو گجرات میں گجرات کا ''ہیرو'' بولتا رہا ہے۔ یوپی کا ایک مہنت جس کا تعلق بی جے پی سے ہے، یہی زبان بولتا ہے۔ اجودھیا آندولن کے دوران بولی جانے والی زبان یہی ہوا کرتی تھی۔ آڈیو کیسٹ آج بھی موجود ہیں۔

یہ کام ۸۰ سال سے ہو رہا ہے

واقعہ یہ ہے، جیسا کہ دی ہندو کے مراسلہ نگار نے کہا ''یہ وہی کام ہے جو بی جے پی خفیہ طریقے سے کرتی ہے۔'' لیکن خفیہ کہنے کا تکلف صرف بی جے پی کے سلسلے میں کیا جاسکتا ہے جو ایک سیاسی پارٹی ہے اور وہ طور وطریقے اختیار نہیں کرتی جو اس کے ساتھی گروپ، وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل وغیرہ کرتے ہیں۔ اور ان سب کی اماں ہے آر ایس ایس جو ۸۰ سال سے زیادہ عرصے سے اس کام میں منظم اور منصوبہ بند طریقے سے مصروف ہے۔ بی جے پی، وشو ہندو پریشد بجرنگ دل اور اس قبیل کی درجنوں تنظیمیں بجائے خود کچھ نہیں ہیں جو کچھ ہے آر ایس ایس ہے۔ تقسیم کار کے مطابق یہ تنظیمیں صرف وہی کام کرتی ہیں جو اُن کے ذمہ کیا گیا ہے۔ وہی طریقے اختیار کرتی ہیں جو بتادئے گئے ہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کو موقع محل اور حالات کے مطابق نرم اور گرم طریقے اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ خود اس پارٹی کے اندر مختلف چہرے اور متعدد مکھوٹے موجود ہیں۔ کوئی بدزبانی کرتا ہے تو دوسرا وہی بات ایک دوسرے طریقے سے کہتا ہے۔ نرمی گرمی کے لئے اٹل بہاری باجپئی اور لال کرشن آڈوانی کی جوڑی مشہور رہی ہے۔ آر ایس ایس اپنی تاریخ، لٹریچر اور تعلیمی نصاب میں بھی دکھاتی ہے۔

اصل نقصان کس کا؟

آر ایس ایس کا ایجنڈا ملک کے سیاسی اقتدار پر قبضہ کر کے اسے اپنے خوابوں کی تعبیر میں ڈھالنا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ بھارت کو معاشی، عسکری اور سماجی لحاظ سے ایک مضبوط اور خوشحال ملک بنانا چاہتی ہے۔ اپنے اس منصوبے کی تکمیل کے لئے اس نے ''ہندتو'' کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اب غور طلب ہے کہ ہندوستانی عوام کی مزاج سازی میں وہ جو رول ادا کررہی ہے، کیا وہ کسی ملک کو مضبوط اور اس کے تمام باشندوں کو مطمئن وخوشحال بنانے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے؟ ''ہندو قوم'' کو سنگھ کی تعلیم یہ ہے کہ مذہبی اقلیتوں کے بارے میں انصاف اور دیانتداری سے کام نہ لیا جائے۔ ان کے خلاف جتنی غلط بیانی کی جاسکتی ہو، کی جائے۔ گویا یہ سنگھٹن ایک پوری قوم کو بددیانت بنانا چاہتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا اس کے کردار کے ساتھ کوئی ملک دنیا کا مضبوط ملک بن سکتا ہے؟ جب کہ اچھے ماں باپ اپنی اولاد کو بھی جھوٹ بولنا اور کسی کے خلاف نفرت پھیلانا نہیں سکھاتے۔ اور یہ ''دیش بھگت'' سنگھٹن ہے کہ ایک پوری قوم کا اخلاقی کردار تباہ کررہا ہے ــــ اگر این دیواکر جیسے شہریوں کو سنگھ پریوار کے اس کردار کا احساس ہے تو وہ اس پہلو پر بھی غور کریں کہ سنگھ پریوار اصل نقصان کس کو پہنچا رہا ہے؟ (پ ر)

کیا یہ تسلی کافی ہے؟

پڑوسی ملک پاکستان میں سیاسی عدم استحکام نے نہ صرف خطہ کے حالات پر اثر ڈالا ہے بلکہ عالمی حالات کو بھی متاثر کیا ہے، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ہر طرف سے اس پر تشویش ظاہر کی جارہی ہے۔ ہندوستان کا اس سے متاثر ہونا، تو ایک قدرتی امر ہے کیوں کہ پاکستان نہ صرف ہمارا پڑوسی وہی یہ ہے کہ بلکہ کئی حوالوں سے اس کے ہندوستان کے ساتھ گہرے رشتے ہیں۔ حالانکہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کبھی بھی اچھے اور خوشگوار تعلقات نہیں رہے۔ اور دونوں ایک دوسرے کو ہمیشہ سے شک کی نگاہ سے دیکھتے چلے آرہے ہیں، دونوں کا حال یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں کہیں کچھ ہوجاتا ہے اور خلاف معمول کوئی واقعہ پیش آجاتا ہے تو پاکستان کو مورد الزام ٹھہرایا جانے لگتا ہے۔ یہاں اس سے بحث نہیں ہے کہ واقعی ان واقعات میں پاکستان کا ہاتھ ہوتا ہے یا نہیں، اسی طرح پاکستان میں اگر کہیں بدامنی پھیلتی ہے تو ہندوستان کی طرف انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں۔ ہندوستان والے آئی ایس آئی کو قصوروار ٹھہراتے ہیں تو پاکستان والے را کی طرف اشارہ کرتے ہیں، گویا دونوں کی یہ عادت سی بن گئی اور اب تو یہ بات ان کی نفسیات میں رچ بس سی گئی ہے۔ پاکستان ہر وہ کام جو عالمی برادری کی نگاہ میں درست نہیں ہوتا ہندوستان سے لاحق خطرے کے نام پر کر گزرتا ہے یا اس کو کرنے کے لئے بطور جواز کے پیش نظر کرتا ہے اور عالمی برادری سے اس کی اجازت طلب کرتا ہے، گویا پاکستان نے ہندوستان کو بطور ڈھال استعمال کیا ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان جو رقابتیں پائی جاتی ہیں وہ مسلح تصادم کی صورت میں ظاہر بھی ہوچکی ہیں۔ پچھلے کچھ عرصے سے ہندوستان کو بھی یہ شکایت رہنے لگی ہے کہ پاکستان نے ہندوستان کے خلاف ایک غیر علانیہ جنگ شروع کررکھی ہے، اور ہندوستان کو نیچا دکھانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا جاتا۔ ہندوستان کے اندر شورش کی جو کیفیت پائی جاتی ہے اس میں بھی پاکستان کا ہی ہاتھ ہے۔ یہاں تک کہ پاکستان، ایک طرح سے خطرہ بن چکا ہے۔

پاکستان سے یہ شکایت اب عام ہونے لگی ہے۔ ہندوستان کو ہی اس سے یہ شکایت نہیں ہے بلکہ مغربی ملکوں کو بھی اس سے یہ ڈر لاحق ہونے لگا ہے، جب سے پاکستان ایٹمی صلاحیت کا مالک بنا ہے، یہ ڈر اور خوف بڑھ گیا ہے اور سنگین بھی ہوگیا ہے۔ لہٰذا جب جب پاکستان میں سیاسی بے چینی پیدا ہوتی ہے اندیشے بڑھنے لگتے ہیں، افغانستان کے خلاف امریکی کارروائی کے بعد پاکستان اور بھی خطرناک بن گیا ہے، مغربی دنیا اب یہ کہنے لگی ہے کہ پاکستان دہشت گردی کا اڈہ بن گیا ہے۔ دہشت گردی اس سرزمین سے پھوٹ رہی ہے اور دنیا کے مختلف گوشوں کو متاثر کررہی ہے۔ ایک بڑا خطرہ اب یہ بھی لاحق ہوگیا ہے کہ پاکستانی معاشرہ اس رنگ میں رنگنے لگا ہے۔ انتہاپسندی کے رجحانات نہ صرف پھیل رہے ہیں بلکہ پاکستانی معاشرے کو وہ اپنی گرفت میں لیتے چلے جارہے ہیں، اس لئے عالمی برادری کو یہ تشویش لاحق ہونے لگی ہے کہ پاکستان کے پاس تباہی کے جو سامان موجود ہیں ان کا کیا ہوگا۔ کیا ان پر بھی انتہا پسند قابض ہوجائیں گے، اگر وہ انتہا پسندوں کے کنٹرول میں آگئے تو مہذب دنیا کا کیا بنے گا۔ یہ سوال اب یورپی دنیا کی طرف سے کیا جانے لگا ہے۔ ایسی صورت میں پاکستان کے ایک اعلیٰ سابق عہدیدار نے یہ

باقی صفحہ ۸ پر

اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا

فوزیہ بنت محمود، الخبر، سعودی عربیہ

لباس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے، جتنی انسان کی تخلیق۔ لباس دراصل اللہ کی طرف سے انسان کے لئے ایک انعام ہے جو اسے برہنگی سے بچاتا ہے اسے عزت اور احترام دیتا ہے اور اس کے لئے زینت کا ذریعہ بھی ہے۔ وہ اسے موسم کے اثرات سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ جس طرح شیطان نے سب سے پہلا وار انسان کی حیا پر کیا تھا۔ جس کی تفصیل سورۃ الاعراف میں ملتی ہے کہ اس نے آدم اور حوا علیہا السلام سے ان کا لباس اُتروا دیا۔ لیکن اللہ نے انسان کی فطرت میں شرم وحیا کا جذبہ ودیعت کردیا تھا لہٰذا ان دونوں کو جیسے ہی احساس ہوا کہ ان کے ستر کھل گئے۔ انہوں نے فوراً درخت کے پتوں سے اپنے ستر کو چھپا لیا۔ ''اے آدم تم اور تمہاری بیوی دونوں اس جنت میں رہو، جہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ ظالموں میں سے ہوجاؤ گے۔ پھر شیطان نے ان کو بہکایا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے۔ اس نے کہا تمہارے رب نے جو تمہیں اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی نہ حاصل ہوجائے اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اس طرح دھوکہ دے کر وہ ان دونوں کو اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخرکار جب انہوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔''

(سورۃ الاعراف، آیت ۲۰ سے ۲۲)

ان آیات کے ترجمے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شیطان نے جنت میں آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو بہلا پھسلا کر اللہ کی نافرمانی پر اُکسایا اور پہلے وسوسہ ڈالا۔ اس کے بعد قسمیں کھائیں کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ یہی وہ چال تھی جو شیطان نے انسان کو فطرت انسانی کی سیدھی راہ سے ہٹانے کے لئے چلی۔ اس نے انسان کے جذبۂ شرم وحیا پر ضرب لگائی اور برہنگی کے راستے سے انسان کے لئے فواحش کا دروازہ کھولا۔ شیطان نے اعلان کیا تھا کہ میں ضرور انسانوں کو گمراہ کرکے رہوں گا۔ اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اگلی آیت میں فرمایا ''اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اسی طرح فتنے میں مبتلا کردے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اُتروائے تھے۔''

یقیناً یہ اللہ کا بہت بڑا فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں آگاہ کردیا کہ شیطان کس طرح تمہیں سیدھی راہ سے بھٹکا سکتا ہے۔ لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ لباس سے تعلق سے شیطان کا وار خوب چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس فتنے کی زد میں کسی نہ کسی حد تک خود مسلمان بھی آرہے ہیں۔ جدید دور کے تقاضوں میں مختصر یا بے حیائی والے لباس کو ترقی کی علامت سمجھا جانے لگا ہے۔ پہلے ترقی کے علمبرداروں نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ انسان آزاد (لباس کی قیود سے) سے پیدا ہوا ہے۔ اس پر لباس کی کوئی قید نہیں۔ جس طرح جانور آزادی سے گھومتے ہیں اس طرح انسان بھی ہے۔ تہذیب اور رسوم نے اسے لباس کے جال میں پھانس دیا ہے۔ لیکن یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے اور اس آیت میں ان نام نہاد آزادی کے علمبرداروں کے نظریہ کی تردید ہوتی ہے کہ ''اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے۔ تاکہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانپ لے'' اس آیت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسان اور لباس ساتھ ہی ساتھ اُترے۔ پھر کچھ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جنت میں آدم اور حوا علیہا السلام کو نور کا لباس پہنایا گیا تھا جس سے شجر ممنوعہ کو چکھنے کے بعد وہ محروم ہوگئے۔ اور وہ جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے۔

لباس کا اولین مقصد تو ستر پوشی ہے لیکن ساتھ ہی ریش کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جو پرندوں کے پروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے یہاں زیب وزینت مراد لی گئی ہے یعنی لباس اگر خوبصورت اور زینت سے آراستہ ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ لیکن جیسے جیسے دنیا مادی ترقی کرتی گئی ہم دیکھتے ہیں کہ لباس خصوصاً خواتین کا اتنا ہی مختصر ہوتا چلا گیا۔ اور مختصر لباس ہونا ترقی کی نشانی سمجھا جانے لگا۔ مغربی اقوام اور معاشرے جو دین سے بھی بے بہرہ ہیں اور آخرت کے بھی منکر ہیں، لباس سے اپنے وجود کو آزاد قرار دیتے ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ سب کرتے ہیں تو ان کا کوئی دین ہی نہیں۔ ان کا دین اور ان کا خدا تو بس دنیا، مادی ترقی، عیش وعشرت برہنگی اور بے حیائی ہی ہے۔ اس معاشرے نے بے حیائی کو فیشن کا نام دے دیا۔ برہنگی کو ترقی سمجھا جانے لگا۔ ہر چیز کے اخلاق اور کلچر کے تمام پیمانے الٹ گئے۔ ان کے مرد حضرات تو مکمل کوٹ سوٹ میں ملبوس، حتیٰ کہ کف کے بٹن اور کالر بھی بند۔ موزے جوتے سے پیر بھی چھپائے ہوئے لیکن بے چاری خواتین پر ظلم کی انتہا کردی کہ مختصر سے مختصر لباس۔ چاہے سردی ہو یا گرمی، ہر حال میں ٹانگیں کھلی رکھو۔ یہاں تک کہ کئی ایئر لائنس کی ایئر ہوسٹس نے شکایت کی کہ ہم شارٹ اسکرٹ نہیں پہنیں گی ہوائی جہاز میں ایئر کنڈیشنڈ آن رہتا ہے اور انہیں سردی لگتی ہے۔ غور کرنا چاہئے کہ کیا عورت ذات کھلونا ہے یا کوئی شوپیس کہ مردوں کے لئے اس طرح وہ بن سنور کر باہر نکلتی ہیں۔ خاص طور سے مسلمان خواتین۔ کیا اسلام ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے؟

افسوس کہ آج مشرق بھی مغربی کلچر کے طوفان سے دوچار ہے مغربی کلچر بڑی

لباس ایسا ہونا چاہئے جو شرم وحیا غیرت اور شرافت کے تقاضوں کو پورا کرے جس سے ایک تہذیب اور سلیقہ جھلکتا ہوا نظر آئے۔ کچھ عرصہ پہلے تک مشرق میں کم از کم لباس کو لباس ہی کی طرح استعمال کیا جاتا تھا لیکن جدید زمانے کی دوڑ نے ساری حیا اور شرم کو بالائے طاق رکھ دیا اور اب لباس اس طرح کا خریدا جاتا ہے جو مارکیٹ میں دستیاب ہے اور جس کا فیشن چل رہا ہے۔ مسلمان بھی اپنے مذہب وتہذیب سے بے پروا ہوکر دوسروں سے مرعوبیت میں مبتلا دوسروں کی ذہنی غلامی کے شکار ہیں۔

سرعت کے ساتھ مشرقی اقدار کو پامال کر رہا ہے۔ اس کے دلدادہ اس کلچر کو پھیلانے میں سرگرم نظر آتے ہیں۔ لباس تو انسان کے اندرون (باطن) کا عکاس ہوتا ہے۔ لباس سے ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ پہننے والا کس ذہن کا ہے۔ مفسرین کرام کی آراء میں لباس کا اولین مقصد تو ستر پوشی ہی ہے لیکن زیب وزینت بھی اس کے مقاصد میں داخل ہے۔ قدرت نے جو چیز بھی بنائی ہے اس میں مختلف حکمتیں پوشیدہ ہیں اور ہمارے فطری تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ اللہ نے ہمارے لئے ایسے لباس کا انتظام کیا ہے جو ستر پوش بھی ہو، سردی اور گرمی سے ہماری حفاظت بھی کرے اور اس سے ہماری شخصیت ہمارے وقار اور ہماری شان میں اضافہ ہو۔ ان میں کوئی مقصد بھی بجائے خود معیوب نہیں۔ البتہ افراط وتفریط سے جس طرح ہر چیز میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس میں بھی خرابی پیدا ہوگئی۔

قرآن نے لباس کا ایک مقصد زینت بتایا ہے۔ اس سے ہندو مذہب میں جو جوگیانہ اور راہبانہ تصور ہے اس کی نفی ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے کلچر میں لباس کو ایک آلائش اور عریانی یا نیم عریانی کو مذہبی تقدس کا درجہ حاصل تھا یا دیا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ''تقویٰ کا لباس بہتر ہے'' ضروری ہے کہ باطن میں بھی تقویٰ ہو کہ جسم پر ظاہری ساتر لباس پہنا ہے تو باطن کو بھی پاکیزہ بنائیں۔ باطن میں تقویٰ شرم وحیا ہوگی تو ظاہری لباس میں اس کا عکس نظر آئے گا اور وہ اس کے تقاضوں اور شرائط کو پورا کرے گا۔

شیطان پہلے وسوسہ اندازی کے ذریعہ لوگوں کو تقویٰ کے لباس سے محروم کرتا ہے جو اللہ نے خاص اس ظاہری لباس کے ساتھ اس کے لئے ودیعت کیا ہے۔ جب یہ باطنی لباس یا جامہ اُتر جاتا ہے تو حیا ختم ہوجاتی ہے جو اس ظاہری لباس کی اصل روح ہے پھر یہ ظاہری لباس ایک بوجھ معلوم ہونے لگتا ہے۔ پھر بے حیائی وہ تڑپ پیدا کرتی ہے جس سے صنفی اعضاء کو ظاہر کیا جائے پھر فیشن اس کو سہارا دیتا ہے اور وہ لباس کی تراش خراش میں آج کی اصطلاح میں فیشن ڈیزائننگ کے ذریعہ اس میں اس طرح کی تبدیلیاں کرتے ہیں کہ آدم وحوا کے بیٹے بیٹیاں کپڑے پہن کر بھی بے لباس ہی رہتے ہیں۔ لباس میں صرف اور صرف زینت وآرائش اور بے حیائی کا پہلو باقی رہ جاتا ہے پھر آہستہ آہستہ عقل اس طرح ماؤف ہوجاتی ہے کہ عریانی تہذیب کا نام پالیتی ہے اور ساتر لباس کو وحشی اور دقیانوسیت کا لقب دے دیا جاتا ہے پھر ترقی یافتہ پڑھے لکھے شیاطین اٹھتے ہیں اور تاریخ کی روشنی میں یہ فلسفہ پیدا کرتے ہیں کہ انسان کی اصل فطرت تو عریانی ہی ہے۔ لباس تو اس نے رسم ورواج کی پابندی کے تحت اختیار کیا ہے۔ یہ مرحلہ ہے جب دیدوں کا پانی مرجاتا ہے اور پورا معاشرہ شہوانیت کے زہر سے زہر آلود ہوجاتا ہے۔ پھر یہ بے حیا معاشرہ سزاوار ہوتا ہے کہ قدرت اس کے وجود سے زمین کو پاک کرکے دوسروں کو لے آئے اور دیکھے کہ وہ کیسا عمل کرتے ہیں۔ (تدبر قرآن)

لباس ایسا ہونا چاہئے جو شرم وحیا غیرت اور شرافت کے تقاضوں کو پورا کرے جس سے ایک تہذیب اور سلیقہ جھلکتا ہوا نظر آئے۔ کچھ عرصہ پہلے تک مشرق میں کم از کم لباس کو لباس ہی کی طرح استعمال کیا جاتا تھا لیکن جدید زمانے کی دوڑ نے ساری حیا اور شرم کو بالائے طاق رکھ دیا اور اب لباس اس طرح کا خریدا جاتا ہے جو مارکیٹ میں دستیاب ہے اور جس کا فیشن چل رہا ہے۔ مسلمان بھی اپنے مذہب وتہذیب سے بے پروا ہوکر دوسروں سے مرعوبیت میں مبتلا دوسروں کی ذہنی غلامی کے شکار ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ اور اس کے رسول کا کیا حکم ہے۔ لباس ستر کے تقاضوں کو پورا کرتا کہ نہیں۔ خواتین کی قمیص نے شرٹ، ٹی شرٹ اور بنیان کی جگہ لے لی۔ قمیص اتنی اونچی اور تنگ ہوگئیں کہ جسم کے تمام نشیب وفراز نمایاں نظر آتے ہیں۔ فیشن کے چکر میں مردوں کی پینٹ ٹخنوں سے نیچے اور عورتوں کی جینز پنڈلیوں سے بھی اونچی ہوگئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی برہنہ رہیں، دوسروں کو رجھائیں اور خود دوسروں پر ریجھیں اور بختی اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کرکے چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی۔ اور نہ اس کی بو پائیں گی۔'' (مسلم) آج کل مارکیٹ میں کپڑے اتنے باریک (مہین) آرہے ہیں کہ ان سے ستر وحیا کے تقاضے پورے ہی نہیں ہوتے۔ وہ انتہائی حیا سوز ہوتے ہیں۔ اس لعنت کے خلاف آواز اٹھانی چاہئے۔ یہ عورت کی بے عزتی اور توہین ہے۔ اسلام تمام فواحش کا شروع میں ہی سدباب کردیتا ہے جو آگے چل کر بے حیائی کے راستے کو عام کریں۔

ایمان ہمیشہ پاکیزہ زندگی میں ڈھلنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اگر ہماری زندگی سے حیا، غیرت وشرم جیسے اعلیٰ اوصاف ناپید ہوتے جارہے ہیں تو اس کا مطلب ہے ہماری ایمانی حالت بہت تشویشناک ہے۔ لوگ ہر معاملے میں فوراً عرب ممالک کی مثال پیش کردیتے ہیں کہ وہ تو ایسا اور ایسا کرتے ہیں ان کی عورتیں ایسا لباس پہنتی ہیں لیکن کیا ہمارے لئے رول ماڈل صحابیات کے علاوہ بھی کوئی اور ہوسکتا ہے؟ عرب خواتین کو اور بہت سی چیزیں پسند ہیں کیا وہ بھی ہم استعمال کریں گے؟ نہیں۔ تو پھر لباس میں ان کی مشابہت کیوں اختیار کریں۔ نہ ہمیں مغرب کی تقلید کرنی ہے اور نہ ہی ان جیسے لوگوں کی۔ ہمیں تو سارے اصول وضوابط اسلام سے لینے ہیں۔ ٹی وی سیریلز دیکھ کر ہیروز کی تقلید کرنا اور ویسا ہی لباس پہننا کسی مومن خاتون کے شایانِ شان نہیں ہوسکتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسی کا چلن عام ہے بغیر آستین اور گہرے گلے کے کرتے یا پھر آدھی آستین ہونا اور اسی لباس میں محرم غیر محرم کی تمیز کئے بغیر کسی کے بھی سامنے نکل آنا، کیا یہ اسلامی مزاج کے خلاف نہیں؟ ہم بودا سا جواز دیتے ہیں کہ سبھی تو کررہے ہیں تو ہم کیوں نہ کریں؟ دنیا کے ساتھ چلنا تو پڑتا ہی ہے؟ اگر ساری دنیا جہنم کی طرف جارہی ہو یا گڑھے میں گر رہی ہو تو کیا تب بھی ہم اسی کے پیچھے چلیں گے؟ پہلے آستین فل تھی پھر ۳/۴ ہوئی۔ پھر آدھی ۱/۲ پھر ۱/۴ اور اب تو بالکل ختم ہوگئی۔ اب مارکیٹ میں آستین کے ۱/۴ ٹکڑے دوکاندار پکڑا دیتا ہے۔ چاہے تو لگوالیں چاہیں تو ویسا ہی رہنے دیں۔ اگر اللہ سے ڈرنے والے بندے اسلامی شعائر کو اپنانے کی غرض سے دوکاندار سے فل آستین کا تقاضا کرتے ہیں تو وہ حیرت سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے اس کا فیشن تو ہے ہی نہیں۔ آپ کو یہ چیز کہیں نہیں ملے گی۔ اب غیر مسلم دوکاندار ہمیں کپڑوں کے بارے میں سمجھانے لگے ہیں کہ بی بی شلوار کا کپڑا باریک بھی ہے تو کیا ہوا؟ لے لو اس پر قمیص تو ہوتی ہی ہے۔ صرف دو بالشت تو حصہ رہ جاتا ہے۔ ہم بے حس ہوگئے۔ ہم نے اپنے آپ کو زمانے کی رفتار پر ڈال دیا اور مجبوری بتادی کہ کیا کریں مارکیٹ میں کپڑے ہی ایسے ہیں۔ جب کہ ہم مسلمانوں کو تعلیم دی گئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے علی! اپنی ران (پیروں کے اوپر حصہ) ننگی نہ کرو نہ ہی کسی زندہ یا مردہ انسان کی ران دیکھو۔'' (ابوداؤد) اگر ہم سب اسلامی آداب والے کپڑوں کا مطالبہ کریں تو انشاء اللہ وہ بھی دستیاب ہوں گے۔ آج انہی حیا سوز کپڑوں کی وجہ سے جرائم بڑھ گئے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں آئے دن اخبارات میں خواتین کے ساتھ چھیڑ خانی، بدسلوکی اور زیادتی کی خبریں آتی ہیں۔ کچھ دن پہلے دہلی پولیس نے بھی خواتین کو مشورہ دیا تھا کہ وہ میک اپ کے بغیر اور ڈھیلے ڈھالے لباس میں گھر سے نکلیں، یہ شکایتیں خود بخود بند ہوجائیں گی۔ لیکن عریانیت پسند خواتین اور بیمار ذہن مردوں نے اس کے خلاف ایک طوفان برپا کردیا۔ وہ

ہمیں چاہئے کہ بچیوں کو بچپن ہی سے ساتر لباس پہنائیں نہ تو انہیں لڑکوں کے لباس پہنائیں نہ ہی بغیر آستین کے۔ مائیں کہتی ہیں کہ یہ تو ابھی بہت چھوٹی ہیں، ان کو کسی بھی طرح کا لباس پہنایا جاسکتا ہے، لیکن یہ خیال درست نہیں ہے۔ بچپن ہی سے ساتر لباس پہنائیں گے، تبھی تو وہ بڑی ہوکر حیا دار اور نیک لڑکی بنیں گی۔ اور یہ حیاداری آگے چل کر دین کے راستے پر چلنے میں مددگار ثابت ہوگی۔

آزادی کے نام پر مادر پدر آزاد بننے کے لئے بے چین ہیں اللہ نے خواتین کی عزت اور احترام کے لئے لباس اور حجاب نازل کیا اور لباس کو زینت کا ذریعہ بھی بتایا۔ اسی لئے زینت منع نہیں ہے، لیکن زینت کی نمائش کرنا منع ہے۔ ریشم کے لباس خواتین کے لئے جائز ہیں مگر مردوں کو پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ مردوں اور عورتوں کے لباس الگ الگ بتادیئے گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''ریشمی لباس نہ پہنو کہ جو اس کو دنیا میں پہنے گا، وہ آخرت میں اس کو نہ پہن سکے گا۔'' (بخاری ومسلم) خواتین کا لباس ایسا ہو جس میں بے جا اسراف نہ کیا گیا ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں لباس پر اور خصوصاً دلہنوں کے لباس پر بے جا اسراف سے کام لیا جاتا ہے اور یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ دولہا جب تک سلک کی شیروانی نہ پہن لے، نکاح کا تصور مکمل نہیں ہوتا۔ لباس کے بارے میں احادیث کی روشنی میں جس طرح کے اصول علماء نے مرتب کئے ہیں وہ تین شرائط کے مطابق ہونے چاہئیں۔

(۱) ساتر ہو (ستر سے مراد عورت کا ستر سوائے اس کے چہرے اور ہاتھ کے، سارا جسم ہے) (۲) چست (جس کے خطوط نمایاں کرنے والا) نہ ہو۔ (۳) شفاف (آر پار نظر آنے والا) نہ ہو۔

عورتوں کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ اس طرح کے کپڑے نہ پہنیں جس سے بدن جھلکے اور نہ ایسا چست ہو کہ جس سے بدن کی ساخت نمایاں ہو۔ دوپٹہ بھی لباس کا حصہ ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے۔ ''اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈال رہیں۔'' (النور ۳۱) دوپٹہ بھی باریک نہیں ہونا چاہئے۔ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصری بنی ہوئی باریک ململ آئی۔ آپؐ نے اس میں سے کچھ حصہ پھاڑ کر دحیہ کلبیؓ کو دیا اور فرمایا ایک حصہ پھاڑ کر تم اپنا کرتا بنالو اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دوپٹہ بنانے کے لئے دے دو۔ مگر ان سے کہہ دینا کہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا لگالیں تاکہ جسم کی ساخت اندر سے نہ جھلکے (ابوداؤد) آج کے دور کے دوپٹوں کا حال ہم سبھی جانتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''جب یہ حکم نازل ہوا تو عورتوں نے باریک کپڑے چھوڑ کر موٹے کپڑے چھانٹے اور ان کے دوپٹے بنائے۔'' (ابوداؤد)

عورت کا سب سے قیمتی زیور حیا ہے اور حیا تقاضا کرتی ہے کہ عورت کا لباس ساتر ہو۔ صرف فیشن کی خاطر سنت سے منہ موڑنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ قرآن میں لباس کے لئے، لباس کا ہی لفظ آیا ہے۔ دوپٹہ کے لئے خمار کا لفظ ہے۔ جو محرم رشتہ داروں کے سامنے اوڑھنا ہے پھر تیسرا وہ زائد کپڑا استعمال کرنا ہے جو حجاب یا برقع کہلاتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ (بخاری) بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں بے حیائی نہ تھی اور نہ آپ کوئی بے حیائی کی بات کرتے تھے۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتنے باحیا تھے تو خواتین کو کیسا ہونا چاہئے؟ ابوہریرہؓ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا حیا اور شرم کا تعلق ایمان سے ہے اور ایمان کا نتیجہ جنت ہے۔ (احمد ترمذی)۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس چیز میں فحش اور بے حیائی کی بات ہوتی ہے وہ لازماً اسے عیب دار بنادیتی ہے اور حیا اور شرم جس چیز میں ہوتی ہے وہ لازماً اسے خوشنما بنادیتی ہے۔ (ترمذی) اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حیا انسان کو خوبصورت بناتی ہے۔ جب کہ آج اگر کسی لڑکی میں حیا ہو تو اس کی ہنسی اڑا کر دقیانوسی قرار دے کر کہہ دیا جاتا ہے کہ اس میں خود اعتمادی کی کمی ہے یا اس میں اٹھارھویں عیسوی صدی کی روح حلول کرگئی ہے۔ بے حیائی کو بولڈ ہونے کی علامت کہا جانے لگا ہے۔

بلاشبہ حیا زندگی کی زینت اور اخلاق ومعاشرت کا حسن ہے۔ اللہ نے زینت سے منع نہیں کیا۔ عورت زینت سے آراستہ ہوسکتی ہے، مختلف رنگوں کے لباس پہن سکتی ہے۔ زیورات پہن سکتی ہے۔ اگر اللہ کو زینت پسند نہ ہوتی تو بلیک اینڈ وہائٹ دنیا بنادیتا۔ لیکن اللہ نے دنیا کو بھی خوبصورت بنایا اور رنگین بھی۔ زیورات اور لباس یہ سب عورتوں کی کمزوری ہے۔ ضرور استعمال کریں لیکن حدود میں رہ کر۔ شیطان نے آدمؑ سے لباس اُتروا دیا تھا۔ پھر انہوں نے اللہ سے معافی مانگی اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔ تو اگر ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اللہ ہم سے راضی ہے یا نہیں تو اپنے اپنے لباس کو دیکھ کرلیں۔ جب اللہ ناراض ہوتا ہے تو لباس اُتر جاتا ہے۔

اچھا لباس پہننا ممنوع نہیں لیکن تکبر اور غرور اللہ کو سخت ناپسند ہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا لباس میرا جوتا اچھا ہو کیا یہ تکبر ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ جمیل و یحب الجمال۔ اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرایا جائے۔ اور دوسروں کو گھٹیا سمجھا جائے۔ (مسلم)

اب اگر اچھا لباس اس لئے پہن رہے ہیں کہ دوسری خواتین دیکھ کر حسد کریں گی تو یہ نمائش اور تکبر ہے۔ یہ سوچ رکھنا کہ مجھ جیسا لباس کسی کا نہ ہو ناپسندیدہ ہے۔ یہی بات تو شیطان نے کہی تھی۔ ''میں اس سے بہتر ہوں۔'' دکھاوے کے لئے پہننا درست نہیں اور یہ بھی نہ ہو کہ ایک تقریب میں جو لباس پہنا وہ دوبارہ نہیں پہننا۔ خصوصاً دور حاضر کی لڑکیاں ایک دفعہ کوئی لباس پہن لیتی ہیں تو دوسری تقریب میں اس لباس کو پہننا معیوب سمجھتی ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جتنی چیزیں زیادہ ہوں گی اتنا حساب بھی زیادہ ہوگا۔

لباس میں بے جا اصراف سے بھی منع کیا گیا ہے۔ شادیوں میں سو سو ڈیڑھ سو جوڑے دلہن کو جہیز میں دیئے جاتے ہیں۔ بری کے جوڑوں کی خاص طور سے نمائش کی جاتی ہے۔ یہی تو دکھاوا اور تکبر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عیش پسندی سے دور رہو اس لئے کہ خدا کے پیارے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا جس شخص نے وسعت اور قدرت کے باوجود تواضع اور عاجزی کی غرض سے لباس میں سادگی اختیار کی خدا اس کو شرافت اور بزرگوں کے لباس سے آراستہ فرمائے گا۔ (ابوداؤد)

صحابہ کرامؓ ایک دن بیٹھے دنیا کا ذکر فرمارہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لباس کی سادگی ایمان کی علامتوں میں سے ایک ہے۔'' (ابوداؤد) اسی لئے جب لباس پہنا جائے تو اس میں سادگی ہو دکھاوا بالکل نہ ہو اس کے ستر کا بھی خیال رکھا جائے۔ یعنی لباس ساتر ہو۔ دوپٹے کا بھی اہتمام ہو اور ساتھ میں سب سے اہم بات یہ کہ نظروں کی بھی حفاظت کی جائے۔ حیا ایمان کا جز ہے۔ (مسلم) ہمارے دین میں شرم وحیا کو امتیازی وصف حاصل ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ''ہر دین کا ایک خلق ہوتا ہے اسلام کا خلق حیا ہے۔'' اسلام کے مزاج کی پاکیزگی کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ حیا اس کے مزاج میں شامل وداخل ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النور میں فرماتا ہے ''جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی پھیلے (یا اس کی اشاعت ہو) ان کے لئے دنیا میں بھی عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔'' (النور)

مسلم خواتین کو چاہئے کہ وہ سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور کی تفسیر ضرور پڑھیں بہت ساری باتیں ازخود معلوم ہوجائیں گی۔

اس بات کا بھی خیال رکھنا ہے کہ ہم خود کسی کے لئے رول ماڈل تو نہیں بن رہے؟ کیوں کہ اگر ہم کسی کی پیروی کرتے ہیں تو لازماً ہماری بھی پیروی کی جاتی ہے۔ کیونکہ جو برائی کی تشہیر کرے گا، لوگ اس کی بھی اتباع کریں گے اور اگر کوئی نیکی کا کام کرے گا، تو لوگ اس کی بھی پیروی کریں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کہیں ہم بے حیائی اور فیشن کے نام پر، دوسری قوموں کی نقالی تو نہیں کررہے؟ جو لباس زیب تن کیا ہے وہ ستر کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے یا نہیں؟ ورنہ آپ کو دیکھ کر جس نے بھی وہ بے حیائی کا لباس بنایا ہوگا۔ اس کا بھی گناہ آپ پر آئے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ بے حیائی کی اشاعت کرنے والوں کو دردناک عذاب کی خبر دے دو۔ میڈیا میں بے حیائی کی بھرپور اشاعت کی جارہی ہے۔ کچھ مسلمان خواتین بھی اسی کی پیروی کئے جارہی ہیں یہ جانے بغیر کہ دینِ اسلام کا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ فیشن انڈسٹریز پر ۹۹ فیصد یہودیوں کا قبضہ ہے اور یہ بات ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے خنزیر کو اپنے لئے حلال کرلیا ہے اور خنزیر کا گوشت کھانے کی وجہ سے انسان میں بے حیائی پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا جاتی رہی تو جو چاہے کرتے پھرو۔ اس حدیث مبارکہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ بہت سے لوگ بہانہ بناتے ہیں کہ فلاں بھی تو ایسے ہی لباس پہنتے ہیں۔ حالانکہ وہ تو دین دار ہیں۔ یہ کوئی جواز نہیں بنتا کہ ہم انہی کی پیروی کرتے چلے جائیں۔ ہمارے لئے تو رول ماڈل صرف اور صرف صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین ہیں۔ مفسرین اس بارے میں رقم طراز ہیں: ''عریانی ایک ایسی ناشائستگی ہے جس کو اسلامی حیا کسی حال میں بھی برداشت نہیں کرسکتی۔ اسلام میں زینت سے زیادہ ستر کی اہمیت ہے۔ اسلام عورت اور مرد دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پائی جاتی ہو۔'' مارکیٹ اور تقریبات میں ہر جگہ عریانی نظر آتی ہے۔ ساتر لباس تو جیسے عجوبہ بنتا جارہا ہے۔ بے شرمی اور بے حیائی کو پراعتماد ہونے کی نشانی سمجھا جانے لگا ہے۔ غیر مسلم لڑکیاں کرتی ہیں تو ہوسکتا ہے ان کے دھرم میں اس بات کی اجازت ہو کہ ساڑھی اور بلاؤز وغیرہ میں وہ تو پیٹ کھلا رکھتی ہیں، سینہ کا بھی اکثر حصہ کھلا رہتا ہے، بازو کھلے رہتے ہیں۔ مسلمان خواتین اور لڑکیاں اس طرح کی حرکت کریں تو یہ کھلم کھلا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔ شلوار سوٹ اور دوپٹے کی جگہ اب ٹاپ اور پینٹ وجینز نے لے لی ہے۔ جب کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی۔ وہ انہی میں سے ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ نے لعنت فرمائی ہے مردوں جو عورتوں کا سا رنگ ڈھنگ اختیار کریں اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں کا سا رنگ ڈھنگ اختیار کریں۔ (بخاری) آپؐ نے اس عورت پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مرد کا سا لباس پہنے (ابوداؤد) اسی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے، سعودی عربیہ کے مشہور عالم دین صالح العثیمینؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ عورت کے لئے Jeans جینز پینٹ پہننا ممنوع ہے۔

ہمیں چاہئے کہ بچیوں کو بچپن ہی سے ساتر لباس پہنائیں نہ تو انہیں لڑکوں کے لباس پہنائیں نہ ہی بغیر آستین کے۔ مائیں کہتی ہیں کہ یہ تو ابھی بہت چھوٹی ہیں، ان کو کسی بھی طرح کا لباس پہنایا جاسکتا ہے، لیکن یہ خیال درست نہیں ہے۔ بچپن ہی سے ساتر لباس پہنائیں گے، تبھی تو وہ بڑی ہوکر وہ حیادار اور نیک لڑکی بنیں گی۔ اور یہ حیاداری آگے چل کر دین کے راستے میں چلنے میں مددگار ثابت ہوگی۔ حیا سے صرف خیر ہی خیر آتا ہے۔ دینِ اسلام کا ایک امتیازی وصف حیا ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور ہی میں نہیں بلکہ پہلے جو ادوار گزرے ہیں۔ ان میں بھی نیک خواتین حیادار ہوتی تھیں۔ سورۃ قصص میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بہت تفصیل سے بتایا گیا ہے۔ آیت چوبیس اور پچیس کا ترجمہ ''اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے الگ ایک طرف دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے پوچھا تمہیں کیا پریشانی ہے؟ انہوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاسکتیں۔ جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں اور ہمارے والد ایک بہت بوڑھے آدمی ہیں۔ یہ سن کر موسیٰ (علیہ السلام) نے ان جانوروں کو پانی پلادیا۔ پھر ایک سائے کی جگہ جا بیٹھے اور دعا کی پروردگار جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کردے میں اس کا محتاج ہوں (کچھ دیر نہ گزری تھی کہ) ان دونوں عورتوں میں سے ایک شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں۔'' ان آیات سے دو اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ وہ خواتین مردوں کی بھیڑ سے ہٹ کر الگ ایک طرف کھڑی تھیں۔ دوسری اہم بات جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک حیا کے ساتھ چلتی

باقی صفحہ ۷ پر

عراق میں اب بھی قیام امن کی باتیں فریب لگتی ہیں

جنگ کو چھ سال ہوگئے۔ جس نے غلطی کی اس کو تو کوئی سزا نہیں ملی اور بلاوجہ عراقی دوسرے کی غلطی کی سزا بھگت رہے ہیں

عراق جنگ کو ۶ سال ہوگئے۔ عام تباہی کے ہتھیاروں کی موجودگی اور خطرناک ہتھیار تیار کرنے کے نام پر چھ سال قبل ۱۹ مارچ ۲۰۰۳ء کو تھوپی گئی اس جنگ کے بعد اس دوران جہاں عراقیوں کی مشکلات ومصائب میں کوئی کمی نہیں آئی، امریکہ کے لئے یہ چھ سال کسی بھیانک خواب سے کم نہیں رہے۔ اپنی پوری معیشت داؤ پر لگانے، ساڑھے چار ہزار فوجیوں کو موت کے منہ میں دھکیلنے اور ۳۲ ہزار فوجیوں کو اپاہج ومعذور بنانے کے باوجود اسے عراق سے بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اسے افواج کی مرحلہ وار واپسی کا پروگرام مرتب کرنا پڑا۔ لیکن کیا امریکہ عراقی دلدل سے نکل سکے گا اور وہاں اس کی افواج کی واپسی ہوسکے گی، اس پر نہ تو عراقیوں کو یقین ہے اور نہ خود امریکہ کو۔ تاہم امریکہ کی عراق جنگ کے اختتام کا انتظار بھی کو بے صبری سے ہے۔

اگرچہ عراق کے بارے میں امریکہ اور عراقی حکومت کی طرف سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ وہاں پہلے سے کہیں زیادہ حالات بہتر ہوگئے ہیں۔ تشدد کے واقعات میں کافی کمی آئی ہے لیکن یہ تمام دعوے سرکاری ہیں عوام تو ابھی تک جان ومال کو محفوظ نہیں سمجھ رہے ہیں۔ بین الاقوامی ریڈ کراس سوسائٹی کے صدر جیکب کیلن برگر نے عوامی احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنی حالیہ ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ عراقی ابھی تک جان ومال کے تحفظ کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ انھیں ہر وقت ایک طرف سیکورٹی فورسز کی کارروائیوں کا اور دوسری طرف مزاحمت پسندوں کے حملوں کا اندیشہ رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ مطمئن سے نہ سو سکتے ہیں اور نہ کوئی کام کر سکتے ہیں۔ حملے پہلے کی طرح جاری ہیں جن میں روزانہ بیسیوں افراد ہلاک یا زخمی ہوتے ہیں۔ جہاں تک عراق میں مجموعی طور پر ہلاکتوں اور زخمیوں کا تعلق ہے تو صرف امریکی فوجیوں کی ہلاکت یا زخمیوں کا ریکارڈ رکھا گیا ہے۔ عراقیوں کو کبھی انسان ہی نہیں سمجھا گیا۔ اس لئے ان کے اعداد وشمار بھی جمع نہیں کئے گئے۔ جہاں تک عراق میں غیر ملکی فوجیوں کی ہلاکت کا تعلق ہے تو چھ برسوں میں چار ہزار ۵۷۷ میں سے چار ہزار ۲۶۰ امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔ جب کہ امریکی اعداد وشمار کے مطابق ۳۱۰۸۹ امریکی فوجی اپاہج ومعذور ہوگئے۔ دیگر ذرائع تو زخمیوں کی تعداد ایک لاکھ بتاتے ہیں جب کہ عراقیوں کے بارے میں اندازہ یہی ہے کہ دس لاکھ سے زیادہ ہلاک ہوچکے ہیں۔ ۲۰ لاکھ سے زیادہ زخمی ہوئے ہیں اور ۱۸ لاکھ عراقی پڑوسی ملکوں میں پناہ گزینوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہی نہیں ہزاروں عراقی شبہ میں یا مزاحمت کے الزام میں گرفتار ہوئے۔ اس طرح غلطی امریکہ کی اور سزا عراقیوں کو ملی۔

عراق پر مکمل امریکی قبضے کے بعد چھ برسوں میں ابھی تک ۱۸ میں سے ۱۳ صوبوں کی سیکورٹی کنٹرول کو عراقی سیکورٹی فورسیز کے حوالہ کیا جاسکا ہے اور امریکہ اور عراق کے درمیان حالیہ سیکورٹی معاہدے کے تحت اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ امریکی فوجیں عراقی حکومت کے ماتحت کام کررہی ہیں اور آئندہ جون سے اس کی مرحلہ وار واپسی شروع ہوجائے گی لیکن ابھی بھی امریکی فوج کو پہلے جیسے اختیارات حاصل ہیں۔ عراقی امور میں اس کی مداخلت میں کمی کی بات برائے نام ہی ہے۔ امریکہ کو معاہدے کے تحت اگست ۲۰۱۰ء تک نصف افواج واپس بلالینا ہے اور ۲۰۱۱ء تک مکمل انخلاء کرنا ہے لیکن عراق کے حالات وواقعات کو دیکھتے ہوئے اس کا امکان بہت کم نظر آرہا ہے۔ گزشتہ چھ برسوں میں عراق کے حالات میں تو کوئی تبدیلی نہیں آئی، امن وامان اس سے کوسوں دور ہوگیا۔ البتہ عراق جنگ کی وجہ سے امریکہ کے حالات میں زبردست تبدیلی آئی، جنگ کو تھوپنے والے جارج ڈبلیو بش سے خود امریکی عوام اتنے ناراض ہوگئے کہ انھیں جاتے جاتے امریکی تاریخ میں سب سے کم مقبول صدر کا خطاب دے دیا۔ ان کی پارٹی کو کانگریس کے وسط مدتی انتخابات پھر صدارتی انتخابات میں شکست سے دوچار کردیا۔ یہی نہیں عراق جنگ سے پوری امریکی معیشت ہی تباہ ہوگئی اور بش نے امریکیوں کی ناراضگی کا خمیازہ بھگتنے کے بعد عراق کا آخری دورہ کیا تو وہاں بھی عراقیوں نے ان پر جوتا پھینک کر ذلت ورسوائی کے ساتھ الوداع کہا۔ اس طرح بش کہیں کے نہیں رہے، ان کو عراق جنگ کی وجہ سے آخری دور میں امریکہ اور عراق ہر جگہ ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ایسے شخص پر جسے ہر کوئی لعن طعن کررہا ہے، جنگی جرائم کا ملزم قرار دے کر بین الاقوامی کرمنل کورٹ ہیگ میں مقدمہ چلایا جاتا جو نہیں ہوسکا۔ سوال یہ ہے کہ جس بنیاد پر عراق کو جنگ کے حوالہ کرکے تباہ وبرباد کیا گیا، وہ بنیاد غلط ثابت ہوئی اور اس کا اعتراف خود جنگ تھوپنے والوں نے ہی کیا ہے تو پھر عراقیوں کو سزا کیوں دی جارہی ہے۔ جس نے غلطی کی اس کو سزا کیوں نہیں دی جارہی ہے۔ عراق جنگ کا یہ ایک ایسا پہلو ہے جس پر آج تک بین الاقوامی برادری نے غور نہیں کیا۔ کیا عراقی عوام قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر بش کو حسب المقدور سزا دیں گے یا ایسے قصورواروں کے خلاف بین الاقوامی عدالت کی طرف سے کارروائی ہونی چاہئے۔ مسئلہ صرف عراق سے امریکی افواج کی واپسی اور وہاں امن وامان کی بحالی کا نہیں ہے بلکہ بلاوجہ عراق پر جنگ تھوپنے والوں کے خلاف بھی قانونی کارروائی ہونی چاہئے جو ہیگ کی عدالت سے ہی ممکن ہے۔ عراقیوں کو اس کے لئے بین الاقوامی برادری پر دباؤ ڈالنا چاہئے تاکہ پھر کوئی دشمنی کے لئے کسی اور ملک کی تباہی کا سامان فراہم نہ کرسکے۔

آر ایس ایس کے نئے سربراہ

ناگپور۔ لوک سبھا انتخابات سے ٹھیک پہلے ۹ سال تک آر ایس ایس کے سربراہ کے عہدے پر فائز کے ایس سدرشن سبکدوش ہوگئے اور ان کی جگہ موہن بھاگوت نئے سرسنگھ چالک بن گئے۔ جن کے بی جے پی کے صدر راج ناتھ سنگھ اور پارٹی کی طرف سے وزارت عظمیٰ کے امیدوار ایل کے آڈوانی دونوں کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں جبکہ مسٹر آڈوانی سے سابق سرسنگھ چالک کے تعلقات اچھے نہیں تھے۔ ان ہی کے دباؤ پر مسٹر آڈوانی کو پارٹی کی صدارت چھوڑنی پڑی تھی۔ آر ایس ایس کی قیادت میں اس تبدیلی سے بی جے پی میں خوشی کی لہر ہے۔ ویسے بھی راج ناتھ سنگھ بنیادی طور پر آر ایس ایس کے عہدیدار ہیں اور انھیں Deputation پر بی جے پی میں بھیجا گیا ہے۔ مہاراشٹر کے ۵۹ سالہ بھاگوت پیشہ سے مویشیوں کے ڈاکٹر ہیں، مالیگاؤں بم دھماکہ کے اہم ملزم سوامی دیانند پانڈے نے ان پر اور اندریش کمار پر آئی ایس آئی کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا ہے۔

امریکی پالیسی سے متاثر کانگریس کا پارلیمانی انتخابی ایجنڈہ

سید وسیم الدین

امریکی خارجہ پالیسی اور امریکی انتخابی پالیسی سے کانگریس پارٹی کی اعلیٰ قیادت کس شدت کے ساتھ متاثر ہے اس کے اندازے کے لئے کانگریس پارٹی کی صدر (سونیا گاندھی) کا "انتخابی بیان" ہی کافی ہوگا جو انہوں نے دہلی میں ہوئے کانگریس کنونشن میں دیا۔ بعض سیاسی تجزیہ نگاروں کی نظر میں یہ بیان پارلیمانی انتخابات کی انتخابی مہم "کا حصہ ہے" جس میں انہوں نے ملک کے سیکولر ڈھانچہ اور معیشت کو زبردست نقصان پہنچانے میں شہریوں کو مذہبی خطوط پر تقسیم کرنے اور مخصوص مذہب کے نام پر مخصوص فرقے کے لوگوں کو اکٹھا کرنے' سماج میں نفرت اور پھوٹ کو آگے بڑھانے میں' دہشت گردی کا سیاسی فائدہ اٹھانے پر ہندوتو پسندوں کی فرقہ پرست جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کی (حتی) کارکردگی پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ کانگریس ملک کی ایسی جماعت ہے جو سیکولرزم پر یقین رکھتی ہے۔ کانگریس ایسی جماعت ہے جو ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی معاشی ترقی اور دہشت گردی سے نپٹنے کا عزم رکھتی ہے۔ کانگریس پارٹی وہی ہے' جس نے دہشت گردی کے انسداد کیلئے قانون وضع کیا اور کامیابی کے ساتھ (اسے ہلوں کی صورت میں) پارلیمنٹ میں منظور بھی کروایا۔ کانگریس پارٹی ہی سرحد پار سے جاری دہشت گردی کا منہ توڑ جواب دے سکتی ہے۔

امریکی خارجہ پالیسی اور امریکی انتخابی پالیسی سے کانگریس پارٹی کی اعلیٰ قیادت کس شدت کے ساتھ متاثر ہے اس کے دوسرے ثبوت کے لئے وزیر داخلہ پی چدمبرم کے بیان کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ دہلی کنونشن (7 فروری 2009) میں دیئے گئے اپنے بیان میں مخصوص مذہبی فرقہ کی دہشت گردی کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ: "ہمیں ایسے گروپ سے دہشت گردی کا خطرہ درپیش ہے جو مذہب کی دہشت گردی پھیلانا چاہتے ہیں' ہمیں ایسے گروپوں سے دہشت گردی کا خطرہ ہے' جو مذہبی تعاون حاصل کرنا چاہتے ہیں' ایسے عسکریت پسند ہیں جو ہندو دہشت گرد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ملک کا دفاع کرنے کے لئے وہ کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف اور دہشت گردی کو جڑ سے نکال پھینکنے کا عزم کرتے ہوئے وزیر داخلہ پی چدمبرم نے ایک ایسی پالیسی کا بھی انکشاف کیا جس سے حکومت کسی بھی دہشت گرد حملے سے نمٹنے کے لئے تیاریوں میں اضافہ کرے گی اور دہشت گرد حملوں کا فیصلہ کن جواب دے سکے گی۔

امریکی خارجہ پالیسی اور امریکی انتخابی پالیسی سے کانگریس پارٹی کی اعلیٰ قیادت کس شدت سے متاثر ہے اس کے تیسرے ثبوت کے لئے وزیر خارجہ پرنب مکھرجی کے بیان کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا۔ انھوں نے کانگریس کے ڈسٹرکٹ اور بلاک کی سطح کے عہدیداروں سے خطاب کرتے ہوئے (9 فروری 2009) اور ملک کے مخصوص مذہبی فرقہ کی دہشت گردی کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ: دہشت گردی کے مسئلہ کو کسی بھی مذہب سے نہ جوڑا جائے۔ (ملک میں) دہشت گردی کا مقابلہ پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ کیا جائے گا۔ فرقہ وارانہ عناصر (جو زیادہ تر ہندو فرقہ پرستی کی نمائندگی کرتے ہیں) کو مخاطب ہوتے ہوئے انتہائی انداز میں وزیر خارجہ پرنب مکھرجی نے کہا کہ جو (فرقہ پرست) عناصر دہشت گردی کے مسئلہ کی غلط ترجمانی کررہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کی حرکتیں ایک مخصوص فرقے کے لوگ (مسلمان) کررہے ہیں۔

امریکی خارجہ پالیسی اور امریکی انتخابی پالیسی سے کانگریس پارٹی کی اعلیٰ قیادت کس شدت کے ساتھ متاثر ہے اس کا ایک اور ثبوت وزیر اعظم من موہن سنگھ کے اس خطاب سے بھی ملتا ہے جو انھوں نے 2007-2008 کے لئے شانتی سوروپ بھٹناگر ایوارڈ دیتے وقت کیا تھا۔ "بین الاقوامی دہشت گردی اور جرائم میں جدید طریقے اختیار کررہے ہیں اس لئے اگر ہمارے سیکورٹی نظام کو اس سے مقابلہ کرنا ہے تو سیکورٹی ٹکنالوجی پر خرچ کرنا ضروری ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے سائنس دانوں سے کہا کہ وہ انسداد دہشت گردی اور داخلی سیکورٹی کے لئے ترقی پسند اتحاد (یو پی اے) حکومت کے ذریعہ کی جاری کوششوں میں تعاون کریں۔ ممبئی دہشت گرد حملوں کے بعد پاکستان میں واقع دہشت گردوں کے انفرا اسٹرکچر کے خلاف سرجیکل حملے سے متعلق کھلے اختیار پر بحث کے پس منظر میں فوجی سربراہ جنرل دیپک کپور کا بیان بھی توجہ کا حامل ہے جس میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ انسداد دہشت گردی کے حملوں سے نپٹنے کے لئے اگر حکومت سمجھتی ہے کہ سرجیکل اٹیک کے حملے کئے جائیں تو کئے جاسکتے ہیں۔

انسداد دہشت گردی کے نام پر اسلام مسلمان اور بعض مسلم ممالک کے خلاف چھیڑی گئی امریکی جنگ کے اثرات اپنے آپ کو امریکہ کا حلیف ثابت کرنے اور امریکی انسداد دہشت گردی کی جنگی پالیسی کی حمایت اور تائید کرنے والی والی بعض مسلم حکومتیں اور بعض مسلم حکمراں' اسلام اور دہشت گردی کو جوڑ کر وضاحتیں کرنے والے بعض ہندوستانی اور غیر ہندوستانی مسلم دانشوروں اور بعض ہندوستانی اور غیر ہندوستانی علمائے دین اور بعض ہندوستانی اور غیر ہندوستانی مسلم سیاسی اور مذہبی ہندوستانی اور غیر ہندوستانی جماعتوں وتنظیموں سے متاثر ہوکر اور امریکہ اسرائیل اور اسلام دشمن مغربی طاقتوں سے بڑھتے ہوئے تعلقات کے زیر اثر' ہندوستان کی مرکزی یو پی اے حکومت اور ریاستی حکومتوں نے (مسلمانوں کی) دہشت گردی کو اتنا اہم ترین مسئلہ بنادیا ہے کہ وہ اس وقت قومی فکر کا جز بن چکا ہے۔ خصوصاً مرکزی حکومت کی کانگریس پارٹی کے لئے تو دہشت گردی ملک کا انتہائی اہم مسئلہ بن گئی ہے۔ ہر دن وزیر داخلہ' وزیر خارجہ اور حکومت کے وزراء اور پارٹی کے اعلیٰ قائدین دہشت گردی خصوصاً "جہادی دہشت گردی" کے متعلق اظہار خیال کرتے رہتے ہیں۔

دہشت گردی، انسداد دہشت گردی، دہشت گردوں کا مذہب دہشت گردی اور اسلام کا تصوراتی رشتہ ـــــ با الفاظ دیگر "بیرونی" یا غیر ملکی "جہادی" دہشت گردی کو لے کر اسے اتنا اہم مان لیا گیا ہے کہ وہ پارلیمانی انتخابات کے فکری تصورات کا حصہ بن چکا ہے۔ شاید اسی وجہ سے "ٹائمز آف انڈیا" 9 فروری 2009ء میں خبر کی سرخی لگاتے ہوئے لکھا تھا کہ دہشت گردی کو کانگریس کی لیڈر سونیا گاندھی نے اپنے انتخابی ایجنڈے میں شامل کرلیا ہے۔ دہشت گردی انتخابی تصوراتی مہم میں شامل ہوگئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دہشت گردی "جہادی" نوعیت رکھتی ہے کیوں کہ یو پی اے حکومت اور کانگریس اور غیر کانگریسی ریاستی حکومتوں نے اپنے سرکاری اداروں سے تحقیقات (جو بعد میں غلط پائی گئی ہیں) پائی ہیں ان سے یہ حقیقت برآمد ہوئی ہے کہ ملک میں دہشت گردی "اسلامی جہادی" نوعیت کی ہی پائی جاتی ہے۔ چونکہ اسلام دہشت گرد مذہب ہے۔ اس لئے ملک کے اندر اور ملک کے باہر جو دہشت گردی برپا ہے وہ اسلام کے ماننے والوں نے ہی کی ہے۔ وہی دہشت گرد ہیں۔ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتیں یہ مان کر چلتی ہیں کہ ملک میں جو دہشت گردی کے واقعات رونما ہوچکے ہیں ان کی پشت پر مسلمانوں کی جہادی تنظیمیں رہی ہیں' مسلمانوں کے وہ گروہ رہے ہیں جو دہشت گردی پر یقین رکھتے ہوئے ملک میں دہشت گردی کیا کرتے ہیں۔ امریکہ اور اسرائیل سے اپنے گہرے تعلقات میں کانگریس کی اعلیٰ قیادت امریکی اور اسرائیلی پالیسی کے اس حصے سے متاثر ہے جس سے دہشت گردی اسلام اور مسلمان کو جوڑ کر رکھا گیا ہے۔ امریکہ کے سابق صدر بش خوب جان گئے تھے کہ مسلمانوں کی دہشت گردی کے تصور کو انتخابی کامیابی کا جز بنایا جاسکتا ہے۔ سابق صدر کی فکر میں اسلام پسندوں کی دہشت گردی، اس قدر مضبوط، طاقتور، متاثر کن اور سب سے بڑھ کر مرکزی حیثیت حاصل کرچکی تھی کہ اس کے تصور کے بغیر نہ تو ملک کی خارجہ پالیسی مکمل ہوپارہی تھی اور نہ ہی داخلہ پالیسی مکمل ہوپارہی تھی۔ لہٰذا یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ (مسلمانوں کے خلاف) دہشت گردی کے تصور کو بروئے کار لایا جائے اور اپنے ملک کے شہریوں پر یہ واضح کردیا جائے کہ صدر جارج ڈبلیو بش کی ری پبلکن پارٹی ہی انھیں (مسلمانوں کی) دہشت گردی سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ لہٰذا صدر بش کی پارٹی کو ہی ووٹ ڈالا جائے۔ سابق صدر اپنے ملک کے ووٹروں کے ذہنوں میں دہشت گردی کا خوف پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ پھر اس کے بعد صدارتی انتخابات میں انتخاب جیتنے میں بھی کامیاب ہوگئے تھے۔

آئندہ پارلیمانی الکشن میں کانگریس کے اعلیٰ قیادت کی انتخابی فکر سابق امریکی صدر کی انتخابی فکر سے بالکل قریب آگئی ہے۔ اس لئے انتخابی خطابات میں یا انتخابی بیانات میں کانگریس لیڈر سونیا گاندھی امریکی طرز فکر کو اپناتے ہوئے دہشت گردی کا ذکر کررہی ہیں۔ خصوصاً بھارتیہ جنتا پارٹی کا تنقیدی محاکمہ کرتے ہوئے صدر کانگریس ملک کے شہریوں پر یہ واضح کرنا چاہ رہی ہیں کہ کانگریس ہی ایسی پارٹی ہے جو دہشت گردی کا مقابلہ کرسکتی ہے۔ وہی ہے جو دہشت گردی سے نپٹ سکتی ہے' دہشت گردی سے پیدا خوف دور کرسکتی ہے۔ کانگریس پارٹی ہی ایسی پارٹی ہے جو مضبوط ومستحکم حکومت فراہم کرسکتی ہے جس سے بیرونی دہشت گردی کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے' جو ملک کو دہشت گردوں اور فرقہ پرست طاقتوں سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ صدر کانگریس کے ان خیالوں کا مقابلہ سابق امریکی صدر کی انتخابی فکر سے کیا جاسکتا ہے۔ کانگریس پارٹی کے ایک لیڈر پرنب مکھرجی بھی امریکی انداز میں کہہ رہے ہیں: "پاکستان سے ہونے والی دہشت گردی سے نپٹنے کے لئے تمام اختیارات سامنے کھلے ہیں۔ کسی کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہندوستان بے بس ہے۔" سطور بالا کی تفصیلات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کی حکمراں اعلیٰ قیادت دہشت گردی کے لئے امریکی صدر کی تصوراتی پالیسی سے کس قدر متاثر ہے؟ اسلام اور مسلمان بعض مسلم ممالک اور بعض مسلم قائدین کے خلاف عالمی دہشت گردی کی امریکی جنگ کے اثرات میں ہندوستان میں جو نئے فکری ومسائلی موضوعات ہوگئے ہیں' ان میں سب سے زیادہ جگہ پانے والا موضوع (مسلمانوں کی) دہشت گردی کا ہوگیا ہے کیوں کہ ملک میں جتنے بھی دہشت گردی کے واقعات رونما ہوئے ہیں' تحقیقاتی تحقیقات کی بناء پر ہندوستانی سرکاری ٹکموں نے یہ ثابت کردکھایا ہے کہ مسلمان مسلم تنظیمیں مسلم دہشت پسند کے انفرادی گروپس ہی ان کے ذمہ دار ہیں۔ مرکزی اور ریاستی سرکاریں بھی ثابت کرتی رہی ہیں کہ ملک میں دہشت گردی کا تعلق مسلم اقلیت سے ہی ہے۔

سابقہ این ڈی اے اور موجودہ یو پی اے حکومت کے دوران کئی برسوں سے سرکاری تحقیقات بھی ثابت کرتی رہی ہیں کہ ملک میں اسلام کا تصور جہاد' مسلم اقلیت سے وابستہ دہشت گرد اور دہشت گرد گروپس ہی ملک میں دہشت گردی کے ذمہ دار ہیں۔ دہشت گردی کی امریکی پالیسی سے استفادہ کرتے ہوئے کانگریس کی اعلیٰ قیادت علانیہ اور کھلے لفظوں میں یہ کہنے سے دامن بچاتی رہی کہ ملک میں دہشت گردی کا تعلق مسلم اقلیت سے ہی ہے۔ امریکی لفظوں میں بھی دہرایا جاتا رہی کہ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ دہشت گردی کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ دہشت گردی سے نپٹا جائے گا۔ یہ بھی دہرایا جاتا رہا کہ دہشت گردی کا اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں۔

دہشت گردی میں مسلمان ہی ملوث پائے جاتے ہیں۔ تمام مسلمان دہشت گرد نہیں۔ لیکن دہشت گرد مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ دہشت گردی کی امریکی پالیسی سے استفادہ کرتے ہوئے کانگریس کی اعلیٰ قیادت بھی کہتی رہی کہ بنیاد پرستی، انتہا پرستی اور دہشت گردی سے نپٹا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ کانگریسی حکومت کے لئے ملک میں بنیاد پرستی، انتہا پرستی اور دہشت گردی کا تعلق زیادہ تر یا بنیادی طور پر مسلم اقلیت سے ہی ہے اور ان کے دین اسلام سے ہی ہے۔ ممبئی دہشت گردی کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے باہمی تعلقات میں جو پیچیدگیاں آگئی ہیں' ان سے بھی کانگریس پارٹی کے لئے یہ ضروری ہوگیا ہے کہ وہ پارلیمانی انتخابات کی تصوراتی مہم میں (مسلم اقلیت کی دہشت گردی کا نام لئے بغیر) دہشت گردی کے مسئلہ پر خاطر خواہ توجہ دے اور شہریوں پر یہ واضح کرے کہ ملک کی داخلی دہشت گردی اور بیرون ملک کی دہشت گردی کے مقابلے کے لئے کانگریسی پارٹی ہی "مضبوط حکومت" فراہم کرسکتی ہے۔ ●●

دعوت

۲۵ مارچ ۲۰۰۹ء

آزمائش کا وقت

بھارت میں الیکشن مسلمانوں کے لئے ایک آزمائش کا وقت ہوتا ہے۔ فرقہ پرست طاقتیں ان کے خلاف الزام تراشی کرتی ہیں۔ طعن وتشنیع سے کام لیتی ہیں نفرت کی زہر افشانی اور اشتعال انگیزی سے کام لیتی ہیں تاکہ اس طرح ملک کی اکثریت ہندوؤں میں خوف وہراس، احساس عدم تحفظ، احساس کمتری اور نفرت پیدا کرکے ان کے ووٹوں کو اپنے کھاتے میں ڈالا جاسکے۔ جب کہ خود کو سیکولر قرار دینے والی پارٹیاں ان سے وعدے کرتی ہیں یقین دہانیاں کرتی ہیں ان کے تحفظ اور وفاح کی باتیں کرتی ہیں۔ لگتا ہے بکا ہے ان کے حقوق کے نعروں کی بوچھار بھی کردیتی ہیں۔ کھلونوں کے وعدوں کے سہارے انھیں بہلانے پھسلانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس طرح ان کا جذباتی استحصال کرتی ہیں جمہوریت وسیکولرزم اور ووٹ کے نام پر ان کے ساتھ مذاق اور کھلواڑ کرتی ہیں۔

یہ عمل اتنی مدت سے اور اس قدر تسلسل کے ساتھ جاری ہے کہ مسلمانوں کا ووٹوں کی سیاست، جمہوریت اور سیکولرزم جیسی باتوں اور سیاسی پارٹیوں اور الیکشن سے اعتماد اٹھ چکا ہے۔ اب وہ محض الیکشن کی آندھی میں بےوزنی اور بے اختیار دھول دھکوں کی طرح اڑنے یا ندیوں میں آنے والے سیلاب میں بہنے والی چیزوں کی حیثیت اختیار کرچکے ہیں۔ اب نہ وہ کسی لیڈر یا پارٹی پر یقین کرتے ہیں اور نہ ورن گاندھی جیسے عناصر کی یاوہ گوئی پر توجہ دیتے ہیں کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس ملک کی انتخابی سیاست کا لازمی حصہ ہیں۔ ورن گاندھی نے جن تخیلات کا اظہار کیا ہے وہ نہ صرف ان کی بچکانہ ذہنیت بلکہ ان کی ماں کی تربیت کا بھی مظاہرہ ہے اور اس بنیاد پر ان کی ماں کی سوچ کے بارے میں بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ اولاً اپنی ساس، پھر جیٹھ اور اب جیٹھانی کی مخالفت میں ہی سب کچھ نہیں کررہی ہیں بلکہ بی جے پی اور سنگھ پریوار سے ان کی جنم جنم کی ذہنی وابستگی بھی ہے۔ انھوں نے ہی ورن کے دل ودماغ میں یہ خوف ونفرت بٹھائی ہے۔ ورن گاندھی کے خیالات ان کی ننھیالی اور ددھیالی گاندھی ونہرو پریوار سے ملی ہوئی وراثت کا بھی مظہر ہیں کہ نہرو ہوں یا اندرا گاندھی، سنجے گاندھی ہوں یا راجیو گاندھی اور ان کے صاحبزادے راہل گاندھی سیکولرزم کا کھوٹا استعمال کرنے کے باوجود کبھی کبھی ان کی زبانوں پر بھی بے اختیار دل کی باتیں آتی رہی ہیں جب کہ عمل کی دنیا میں تو وہ بھی نہ صرف فسطائیت کی راہ پر گامزن رہے ہیں بلکہ فسطائیت کو فروغ دے کر موجودہ حالات تک پہنچانے کا کام انھوں نے بخوبی انجام دیا ہے حتی کہ ملک کے اندر پائی جانے والی صورتحال کو اس مقام تک پہنچانے میں اس خاندان، اس پارٹی اور اس کی طرح خود کو سیکولر قرار دینے والی طاقتوں کا اہم رول ہے۔

بھارتیہ جنتا پارٹی کے پاس خود ہندوؤں کے لئے کوئی تعمیری وترقیاتی منصوبہ نہیں ہے، ملک وقوم کے سلسلے میں یہ پارٹی کسی بھی طرح ایماندار ومخلص، دیش بھگت یا محب وطن نہیں ہے۔ ملک سے غداری، بےوفائی، قانون کی خلاف ورزی اور قانون شکنی، دشمن طاقتوں کے لئے جاسوس اور ایجنٹ کے طور پر کام کرنے، ٹیکس چوری، قومی سرمایہ کو نقصان پہنچانے، تلف اور تباہ وبرباد کرنے ملک وقوم کی بدنامی اور ذلت ورسوائی جیسے کاموں میں بحیثیت ایک پارٹی بی جے پی سرفہرست ہے۔ اس کے پاس اکثریتی طبقہ کا دھارمک استحصال کرنے ۱۳-۱۴ فیصد آبادی سے ۸۵ فیصد اکثریت کو خوف زدہ ودہشت زدہ کرنے، ان کے اندر عدم تحفظ کا احساس پیدا کرنے یعنی مسلمانوں کے خلاف نفرت کا زہر پھیلانے کے علاوہ کسی کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ الیکشن کی مہم شروع ہونے پر وہ بار بار چیخ چیخ کر کہتی ہے کہ وہ مسلمانوں کی دشمن یا مخالف نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں سے ووٹ بھی مانگتی ہے کچھ مسلم نما چہروں کے ایمان وضمیر کو خرید بھی لیتی ہے جو اس کے لیڈروں کے ساتھ اپنے فوٹو کھنچوا کر بکاؤ مال ہونے کا اشتہار بن جاتے ہیں۔ وہ بھی دوسری پارٹیوں کی طرح بحیثیت مجموعی بطور کمیونٹی مسلمانوں کو کچھ دینا نہیں چاہتی جب کہ دوسری پارٹیوں کی طرح وہ بھی انفرادی طور پر مسلمانوں کو سینے سے لگانے کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہے بلکہ دوسروں سے زیادہ رہتی ہے۔ ان کو شہرت بھی دیتی ہے عزت بھی دیتی ہے اسٹیج پر بھی بٹھاتی ہے دولت وثروت سے بھی نوازتی ہے ہاں بحیثیت مجموعی مسلمانوں کی علیحدہ شناخت کی مخالفت کرتی ہے، ان کا مذہبی تشخص ختم کرنا چاہتی ہے، یکساں سول کوڈ نافذ کرنا چاہتی ہے، ان کی طرف منسوب زبان اردو کو نجی طور پر محفلوں ومجلسوں میں اس کی شیرینی اور تہذیب کو تسلیم کرنے کے باوجود بےتہذیب اور بےمزہ، غیر دلچسپ بھاشا کو صرف اس بنیاد پر آگے رکھنا چاہتی ہے کہ وہ اردو کے برعکس بائیں جانب سے لکھی جاتی ہے۔ یہ پارٹی صرف اپنی تنگ نظری پر نہیں دشمنی اور عناد کی بنیاد پر مسلمانوں کو معاشی ومعاشرتی لحاظ سے ترقی کرتا نہیں دیکھنا چاہتی۔ انھیں ملازمتوں میں بڑھتے، تعلیم وترقی میں حصہ دار بنتے نہیں دیکھنا چاہتی۔ وہ مسلمانوں پر لعن طعن اور طعن وتشنیع کرتی ہے، ان کے خلاف نفرت پھیلاتی ہے، فساد برپا کرتی ہے، کچھ لوگوں کو قتل بھی کردیتی یا کروادیتی ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس طرح اس سرزمین سے مسلمان نیست ونابود نہیں ہوجائیں گے۔ وہ نہ سارے بیک وقت قبرستان پہنچ جائیں گے اور نہ ہی پاکستان دھکیلے جاسکیں گے۔

فکر معاصر

نوجوانوں سے خطاب

نوجوان کسی بھی ملک اور قوم کا سرمایہ افتخار ہوا کرتے ہیں ان پر ملک اور قوم کے مستقبل کا انحصار ہوتا ہے اسی لئے ان کی دلچسپیوں، مصروفیتوں اور کارگزاریوں پر خصوصی نظر رکھی جاتی ہے، ترقی یافتہ قومیں ان کی تعلیم وتربیت، ذہنی اور جسمانی صحت پر اپنی تمام تر توجہ صرف کرتی ہیں۔ ہمارے ملک میں بدقسمتی سے نوجوانوں پر اتنی توجہ نہیں دی جاتی جتنی کہ ان کا حق ہے اسی لئے ہمارے نوجوان، بے کار گھوما کرتے ہیں وہ بری لتوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور کبھی کبھی جرائم کا راستہ اختیار کرلیتے ہیں۔ نوجوانوں کی آنکھوں میں مستقبل کے سنہرے خواب رہنا چاہئے انہیں ہر طرف ترقی کی راہیں کھلی نظر آنی چاہئیں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے مواقع میسر رہنا چاہئے ایسے میں ملک اور قوم کے بہتر مستقبل اور ترقی اور خوشحالی کے بیشتر امکانات عوام کی زندگی کو پر مسرت بنادیا کرتے ہیں۔ ہمارے بیشتر نوجوان زندگی کے متعلق غلط نظریات رکھتے ہیں انہیں مستقبل کا کوئی خیال نہیں ہوتا اور بغیر سوچے سمجھے ادھر اُدھر ڈگمگایا کرتے ہیں۔ اسی لئے مایوسیاں اور محرومیاں دامن گیر ہوتی ہیں ترقی کے راستے مسدود ہوتے ہیں پھر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوتا ہے مایوسی میں خودکشی کی جاتی ہے اور مستقبل کی فکر سے آزاد ہونے کے لئے منشیات کا استعمال عادت بن جاتا ہے۔

ایک تو ہمارے بزرگوں کی روش غلط رہی ہے انہوں نے نوجوانوں میں نوکری کی ایسی للک پیدا کردی ہے کہ وہ اچھے سے اچھے کاروبار کو ترک کرکے معمولی سے معمولی نوکری کرلینے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ دوسرے ملک کا تعلیمی نظام ایسا ہے جو نوجوانوں کو کچھ کرنے کی فرصت ہی نہیں دیتا۔ ساری دنیا میں سولہ برس کی عمر میں واجبی تعلیم کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے ہماری یونیورسٹیوں اور کالجوں میں چالیس چالیس برس تک لڑکے تعلیم ہی حاصل کرتے رہتے ہیں پھر جب وہ عملی دنیا میں قدم رکھتے ہیں تو زندگی کا بیشتر اچھا وقت گزر چکا ہوتا ہے بڑے بڑے کام کو کرلینے کا عزم اور ہر حال میں اپنا راستہ نکالنے کی جستجو تقریباً ختم ہوچکی ہوتی ہے۔ ایسے میں وہ ادھر اُدھر کسی بھی طرح کی نوکری کے لئے ہاتھ پیر مارنا شروع کرتے ہیں۔ دوڑ دھوپ سفارش عزیز داری وغیرہ کے سہارے جو بھی نوکری مل جاتی ہے اسی پر صبر وشکر کرکے زندگی کی گاڑی کھینچ لے جانے کی مشق شروع ہوتی ہے۔ ہماری یونیورسٹی اور ڈگری کالج کیا کیا خدمت انجام دیتے ہیں ان میں کس کس عمر کے طلباء کیا کچھ پڑھتے ہیں اگر اس کا کوئی ایماندارانہ جائزہ لیا جائے تو سوائے مایوسی کے اور کچھ نہ ہاتھ لگے گا۔ اسی لئے اب تک اس قسم کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ ملک کے نوجوانوں کے بہتر مستقبل کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ صدیوں پرانا تعلیمی نظام یکسر مسترد کردیا جائے اور ترقی یافتہ قوموں کی طرح ہر حال میں ۱۶ برس کی عمر میں واجبی تعلیم ختم کردی جائے۔ اس کے بعد میں ذہین طلباء خصوصی مہارت یا علمیت حاصل کرنے کے متمنی ہوں۔ انہیں ہی آگے بڑھنے کی اجازت ہو اس طرح یونیورسٹیوں کا بوجھ کم ہوگا بلا ہنگامہ ختم ہوگا اور جو طلباء پڑھیں گے وہ ذہین بھی ہوں گے اور سنجیدہ بھی وہ یقیناً بہت کچھ حاصل کریں گے اور ملک اور قوم کے لئے بجائے بوجھ کے باعث افتخار ہوں گے۔ نوکری کی للک کو ہر حال میں ختم کرنا ہوگا۔ نوکری کوئی اچھی چیز نہیں ہے نوکری غلامی ہوا کرتی ہے جس میں کچھ کرنے اور آگے بڑھنے کے راستے بالکل مسدود ہوتے ہیں۔ ہماری قوم کے نوجوانوں کو تاریخ کے ابواب پلٹ کر دیکھنا چاہئے کہ انگریز ہمارے ملک پر تجارت کے سہارے ہی حکمراں ہوسکے۔ اس لئے ہی حال میں تجارت کو فوقیت دی جانی چاہئے یہ مقررہ تاریخ پر مقررہ رقم مل جانے والی بات کسی بھی طرح قابل اعتماد نہیں ہے اس سے اپنی قوت پر اعتبار کرنا ختم ہوجایا کرتا ہے۔ جوکھم اٹھانے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے اور بغیر کچھ کھوئے کبھی کچھ پایا نہیں جاسکتا۔

(روزنامہ ''آگ'' لکھنؤ)

امریکہ مخالف اسرائیل کی سرگرمیاں

محمد احمد کاظمی

دنیا کے مختلف ممالک خاص طور سے مسلم ممالک جن میں فلسطین، عراق، افغانستان، ایران اور پاکستان شامل ہیں، میں جاری بحران کی اصل وجہ اسرائیل کا قیام ہے۔ اس پورے خطے میں بحران کے جاری رہنے کی وجہ اسرائیل کو امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کا فوجی اور مالی تعاون ہے۔ لیکن ۲۰۰۶ء میں اسرائیل کی حزب اللہ کے ہاتھوں اور چند ماہ قبل حماس کے ہاتھوں شکست کے بعد امریکہ میں اس موضوع پر بحث شدت اختیار کررہی ہے۔ اب ایک نیا انکشاف سامنے آیا ہے کہ اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد امریکہ میں جارحانہ اور خطرناک جاسوسی میں ملوث ہے۔

امریکہ کے ایک معروف صحافی کرسٹو فریچم نے اپنے حالیہ مضمون میں لکھا ہے کہ امریکہ میں کسی بھی سینئر خفیہ افسر سے ملاقات میں یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اسرائیل امریکہ کا دوست ملک نہیں ہے کیونکہ ملک کے اندر اس کی خفیہ سرگرمیاں کافی پریشان کن حد تک ہیں۔ ان کے مطابق امریکی میڈیا میں اس موضوع پر اس لئے بحث نہیں ہوتی کیونکہ اس پر اسرائیل لابی کا شدید دباؤ ہے اور اگر کوئی بھی ممبر پارلیمنٹ اس حساس موضوع پر نکتہ چینی کرتا ہے تو یہ لابی اس کے خلاف سازش شروع کردیتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ میں 11 ستمبر 2001 کو ہوئے دہشت گردانہ حملے میں موساد اس حد تک ملوث تھی کہ اس دن ٹریڈ ٹاورس میں کام کرنے والے 4ہزار اسرائیلی غیر حاضر تھے۔ لیکن حکومت یہ جرأت نہیں کرپارہی ہے کہ دہشت گردانہ حملے میں موساد کے ملوث ہونے کی مزید تفتیش کرسکے۔ البتہ حملے کے فوراً بعد بغیر کسی تفتیش کے جن عناصر کا نام لیا گیا تھا اس کو بہانہ بنا کر عراق اور افغانستان کو تباہ کیا جاچکا ہے اور لاکھوں کا قتل ہوچکا ہے۔

سینئر صحافی کرسٹوفریچم نے امریکی خفیہ ایجنسی ایف بی آئی کی سال 2005 کی سالانہ رپورٹ کے حوالے سے کہا ہے کہ چین کے بعد اسرائیل کی خفیہ سرگرمیاں کافی تشویشناک ہیں ۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیل امریکہ میں مالکانہ طریقہ سے تمام اطلاعات پر رسائی رکھتا ہے۔ وہ کمپیوٹر نظام میں مداخلت کرکے اس کام کو انجام دیتا ہے۔ امریکہ میں وزارت دفاع کے اندر خفیہ محکمے نے متنبہ کیا تھا کہ اسرائیل کے لئے امریکہ سے جدید ترین طریقہ سے خفیہ اطلاعات حاصل کرنا عرب ممالک پر خفیہ نظر رکھنے اور امریکہ میں فیصلے کرنے والے نظام پر نظر رکھنے کے بعد تیسری ترجیح ہے۔ 1979 میں سی آئی اے نے بھی ایک رپورٹ دی تھی جس میں امریکی حکومت کے خلاف اسرائیلی خفیہ سرگرمیوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا تھا۔ اس رپورٹ کے مطابق 1954 میں اسرائیل میں امریکی سفیر کے گھر میں ایک خفیہ مائک دریافت ہوا تھا جو وہاں کے جاسوسی ادارے نے نصب کیا تھا۔ اس کے دو سال بعد ہی تل ابیب میں امریکی فوجی اتاشی کا ٹیلی فون ٹیپ ہونے کا معاملہ بھی سامنے آیا تھا۔ امریکی صحافی کرسٹوفریچم نے مزید لکھا ہے کہ ایک اور امریکی سفارت کار نے جو یروشلم اور بیروت میں کام کرچکا ہے نے بتایا کہ اسرائیل کے ذریعہ مشرق وسطیٰ میں امریکی سفارتکاروں کے فون ٹیپ کرنا معمول کی بات ہے۔ جینس انٹلی جینس گروپ نے 2004 میں انکشاف کیا تھا کہ اسرائیل امریکہ میں اپنی تجارتی حصہ دار کمپنیوں کے ذریعہ کافی حساس اطلاعات حاصل کرتا ہے ۔ ان مشترکہ تجارتی کمپنیوں کے ذریعہ امریکی اداروں کو کمپیوٹر سافٹ ویئر اور جدید تکنیکی اشیاء فراہم کی جاتی ہیں۔

خفیہ سرگرمیوں کے ماہر جیمس بیم فورڈ نے اپنی کتاب ''دی شیڈو فیکٹری'' میں لکھا ہے کہ نیشنل سیکورٹی ایجنسی (این ایس اے) کو ٹیلی کام خدمات مہیا کرنے والی اے ٹی اینڈ ٹی اور وریزون کمپنیاں بھی اسرائیل کو ٹیلی فون پر حکام کی ہونے والی بات چیت کا ٹیپ فراہم کرتی ہیں۔ اس قسم کے تمام انکشافات کے باوجود امریکی حکام اور میڈیا اسرائیل کی خفیہ سرگرمیوں پر کسی قسم کی بحث میں شریک ہونے سے بچتے ہیں۔

واضح رہے کہ کرسٹوفریچم، وینٹی فیئر، ہارپر اور جی کیو میگزین کے لئے مضامین لکھتے ہیں اور وہ امریکہ میں اسرائیلی خفیہ سرگرمیوں کے موضوع پر کتاب لکھ رہے ہیں۔ اس موضوع پر مطالعہ کے دوران ایک اور دلچسپ نکتہ کا انکشاف ہوا ۔ اکتوبر 2001 میں اسرائیلی ریڈیو کے حوالے سے بتایا گیا تھا کہ کابینہ کی میٹنگ کے دوران جب وزیر خارجہ شمعون پیریز نے وزیراعظم ایریل شیرون سے کہا کہ اگر ہم نے امریکہ کے مسلسل اصرار کے باوجود فلسطین کے ساتھ جنگ بندی قبول نہ کی تو امریکہ اسرائیل کی مخالفت کرسکتا ہے۔ اس پر وزیراعظم ایریل شیرون نے چلا کر کہا: ''امریکہ کے دباؤ کی فکر مت کرو امریکہ کو ہم یہودی کنٹرول کرتے ہیں۔''

سینٹرفل برائٹ نے 1973 میں سی بی ایس ٹیلی ویژن چینل سے بات چیت کے دوران تسلیم کیا تھا کہ مجھے اندازہ ہے کہ بغیر یہودیوں کی مرضی کے مشرق وسطیٰ میں امریکی خارجہ پالیسی چلانا کس قدر ناممکن ہے۔ مجھے اس بات پر تشویش ہے کہ کانگریس (پارلیمنٹ) سے اس وقت تک کوئی بھی تجویز پاس کرانا ناممکن ہے جب تک اسے یہودی لابی تسلیم نہ کرے انہوں نے مزید کہا کہ امریکہ میں موجود اسرائیلی سفارتخانہ با اثر یہودیوں کے ذریعہ کانگریس کو اپنی مرضی پر چلاتا ہے۔ اس بات کی تصدیق ان حقائق سے بھی ہوتی ہے کہ ممبران پارلیمنٹ (سینیٹرس) کی بڑی تعداد کے ذریعہ یہودی لابی وہاں کی حکومت پر یہ زور دیتی رہی ہے کہ وہ اسرائیلی حکومت کے خلاف کسی قسم کا سخت رویہ اختیار نہ کرے۔ میں نے 1974 سے اب تک کے دو درجن سے زیادہ ایسے خطوط دیکھے ہیں جن کے ذریعہ ممبران پارلیمنٹ نے مشترکہ یا انفرادی طور پر اپنی حکومتوں سے درخواست کی ہے کہ وہ اسرائیل کے فلسطینیوں پر مظالم کے باوجود اس کے خلاف سخت رویہ اختیار نہ کریں۔ امریکہ کے اندر اسرائیل کی خفیہ اور ملک مخالف سرگرمیوں پر وہاں کے عوام میں بھی ناراضگی بڑھ رہی ہے۔ حالانکہ وہاں میڈیا اس قسم کی خبروں کو دبانے کی کوشش کررہا ہے پھر بھی انٹرنیٹ کے ذریعہ عوام کے نظریات منظر عام پر آرہے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ اپنا حقیقی نام ظاہر کئے بغیر ایک امریکی شہری نے لکھا ہے کہ اسرائیل امریکہ کا دشمن ہے اور اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر مشرق وسطیٰ میں امن بحال کرنا ہے تو سب سے پہلے ہمیں اسرائیل سے دوستی ختم کرکے فلسطینی عوام اور حماس سے دوستی کرنی ہوگی۔ ایک اور امریکی شہری نے لکھا ہے کہ 11 ستمبر 2001 کو ٹریڈ ٹاور پر ہوئے حملے کے دوران موساد کے جاسوس گرفتار کئے گئے تھے۔ وہ ہڈسن ندی کے دوسری طرف نیوجرسی کی جانب سے گرتے ہوئے ٹریڈ ٹاوروں کی ویڈیو بنانے میں مشغول تھے۔ اطلاعات کے مطابق موساد کے ایجنٹ ٹریڈ ٹاورس کو گرتا ہوا دیکھ کر خوشیاں منارہے تھے۔ انہیں یہ معلوم تھا کہ اس جھوٹے حملے کے نتیجے میں اسرائیل افغانستان اور عراق میں امریکی فوجی اڈے قائم کراسکے گا۔ اس امریکی شہری نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ موساد نے اس سازش کو انجام دینے کے لئے دوہری شہریت رکھنے والے ایسے اسرائیلی حکام کا تعاون لیا ہوگا جو بش انتظامیہ میں شامل تھے۔

بہرحال ان حقائق کے سامنے آنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اسرائیل کے معاملے میں اکثر امریکی عوام کو تشویش ہے اور وہ اپنی حکومت کو اسرائیل کا غلام محسوس کرتے ہیں۔ امریکی عوام کی دنیا کے بارے میں معلومات اتنی محدود ہے کہ اکثر امریکی کسی بھی ملک کا نام تب جانتے ہیں جب ان کا صدر یا ان کی فوج کسی ملک میں جاتی ہے۔ آج کے امریکہ میں وہاں کے عوام اس قدر اقتصادی پریشانیوں سے گزر رہے ہیں کہ وہ کسی بھی دوسرے ملک میں اپنے فوجی قبضے میں دلچسپی نہیں رکھتے اور دوسرے ممالک میں حکومت کیسی ہو اس سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل اپنی جان بچانے کے لئے امریکی طاقت کا استعمال اپنے حق میں کراکر اور وہاں کی حکومت میں سازشی طور پر اس قسم کے فیصلے کراکے زندگی کی بھیک لیتا رہتا ہے تاکہ وہ فلسطین کی سرزمین پر غیر قانونی اور غیر اخلاقی قبضہ جاری رکھ سکے اور فلسطینی عوام کو غیر معمولی مظالم سے خوفزدہ کرسکے۔ ●●

ایران کا اگلا صدر کون ہوگا؟

نیرزیدی (واشنگٹن)

جون میں ایران کے صدارتی انتخابات میں کون جیتے گا؟ اس سوال میں شخصیت اور مکتبہ فکر دونوں شامل ہیں۔ سابق صدر محمد خاتمی نے موجودہ صدر محمود احمدی نژاد کے خلاف الیکشن نہ لڑنے کا اعلان کردیا ہے۔ وہ ۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۵ء تک ایران کے صدر رہے۔ دو مدتوں کے بعد ان کے نظریاتی وارث کے طور پر نظریاتی تسلسل فراہم کرنے کے لئے سابق صدر علی ہاشمی رفسنجانی نے میدان میں آنے کا اعلان کیا ہے۔ اس وقت کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ احمدی نژاد کا صدر بننے اور وہ بھی رفسنجانی کو شکست دے کر صدر بننے کا کوئی چانس ہوسکتا ہے۔ ملک سے باہر صرف وہ لوگ ان کا نام جانتے تھے، جن کا پیشہ ہی ایران کے امور پر تفصیلی نظر رکھنا تھا۔

ایران میں صدر بننے والے کو ووٹروں کی واضح اکثریت کی حمایت حاصل کرنا پڑتی ہے۔ یہ نہیں کہ دس اُمیدوار ہیں اور آپ نے پورے ووٹوں کے ۱۲٫۳ فیصد ووٹ لے لئے اور آپ صدر بن گئے۔ اگر کسی کو پچاس فیصد سے زیادہ اکثریت حاصل نہیں تو پھر ان دو امیدواروں میں مقابلہ ہوتا ہے، جنہوں نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے ہوں۔ چنانچہ ۲۰۰۵ء میں یہ آخری معرکہ ہاشمی رفسنجانی اور احمدی نژاد کے درمیان ہوا اور تبھی دنیا کو پتہ چلا کہ یہ نوجوان تہران کا میئر ہے۔ قانون کے مطابق ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ علی خامنہ ای کسی بھی امیدوار کو ویٹو کرسکتے ہیں۔

۱۲ رجون کے اس اہم الیکشن میں کیا موضوعات ہوں گے؟ عام امریکی میڈیا میں وہی معیشت اور افراط زر کا رونا رویا جارہا ہے کیونکہ ان موضوعات میں ''آزادی'' شامل نہیں ہے۔ اس آزادی کا معیار کیا ہے؟ کیا معیار یہ ہونا چاہئے کہ ''ٹیڈی کپڑے پہن کے نکلے دینیات کی لڑکی!'' جو لوگ ۱۹۶۰ء میں لاہور میں زیر تعلیم تھے، وہ اس مصرع کا حوالہ جان جائیں گے!

اقتصادی مسائل ہر جگہ ہیں لیکن ایران میں اتنا بڑا مسئلہ نہیں جتنا کہ امریکہ میں ہے۔ افراط زر آتا جاتا رہتا ہے، ہر نسل کے نوجوان اپنے بزرگوں سے باغی رہے ہیں اور ''تازہ بستیاں'' آباد کرتے رہے ہیں، یہ ارتقاء اور انحطاط دونوں سمتوں میں جاسکتا ہے۔ تمام ایرانی عوام کو جن میں نوجوان بھی شامل ہیں، یہ دیکھنا چاہئے کہ ۲۰۰۵ء کے الیکشن سے پہلے بین الاقوامی سطح پر ایران کا اسٹیٹس کیا تھا اور اب کیا ہے؟

آٹھ برس تک اپنی میانہ روی ثابت کرنے اور اپنے ایٹمی پلانٹ پر انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی (IAEA) کے تالے قبول کرنے کے باوجود نہ تو پابندیاں اٹھائی گئیں اور نہ ہی سفارتی تعلقات قائم ہوئے، نہ ہی امریکہ میں کسی نے ایران سے بات چیت کی خواہش ظاہر کی۔ معاف کیجئے گا۔ خواہش تو ہمیشہ ظاہر کی ہے لیکن اس کے ساتھ شرائط اتنی ہوتی ہیں کہ کوئی خوددار ملک بات چیت پر تیار نہیں ہوسکتا۔

نئے صدر نے آتے ہی IAEA کے تالے خود جاکر توڑے اور ایٹمی کارخانے کھولے اور آج ایران میں یورینیم کی افزودگی خاطر خواہ سطح پر ہے۔ میزائل سازی ہورہی ہے۔ ۳ رفروری کو ایران نے اپنا پہلا مصنوعی سیارہ مدار میں چھوڑا۔ میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں میزائلوں کے ماہر جیفری فورڈن نے نیویارک ٹائمز کو بتایا کہ ایران ایک بڑے Exclusive Club کا ممبر بن گیا ہے۔

ایران کے ایٹمی پروگرام پر تالے ڈالنے والی تنظیم IAEA کے سربراہ محمد البرادعی نے چند ہفتے پہلے ایران کے ایٹمی پروگرام کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ ایران ایٹمی ہتھیار رکھنے والے ممالک میں گھرا ہوا ہے۔ انڈیا پاکستان، چین اور روس سب کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں اور ایران تو اسرائیل کی زد میں بھی ہے۔ امریکی بحری بیڑے بھی ایٹمی ہتھیاروں سے مسلح ہیں جب کہ ایران کے ہمسائے افغانستان میں امریکی فوجیں موجود ہیں اور خلیج کے اس طرف عراق میں ہزاروں امریکی فوجی ہیں۔

مصنوعی سیارہ چھوڑنا ایک علامتی چیز ہے، اہم بات ہے کہ اگر آپ کا راکٹ خلا میں سیارہ چھوڑ سکتا ہے تو وہی راکٹ طویل فاصلوں تک بم بھی لے جاسکتا ہے۔ ایران نے اس صلاحیت کا مظاہرہ کردیا ہے۔

امریکی صدر بارک اوباما نے ایران سے تعلقات بہتر بنانے کو اپنی انتخابی مہم کا ایشو بنایا تھا۔ ایران بھی امریکہ سے اچھے تعلقات چاہتا ہے بشرطیکہ اس کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہ ہو۔ اس کے دفاع کو سبوتاژ نہ کیا جائے۔ اسلامی انقلاب کے بعد امریکہ سے تعلقات برقرار رکھے گئے تھے۔ ایرانی طلبہ نے امریکی سفارت خانے پر قبضے کے بعد جو دستاویزات حاصل کی تھیں، ان کی ۱۱۰ جلدیں ''اسناد جاسوسی'' کے عنوان سے شائع کی گئیں۔ ان سے تصدیق ہوتی ہے کہ امریکی سفارت خانہ انقلاب حکومت کا تختہ الٹنے کی سازشوں میں مشغول تھا۔ ۱۹۵۳ء میں بھی یہی ہوا تھا۔

نیویارک ٹائمز نے ۱۱ رفروری کے شمارے میں اطلاع دی کہ ایک برس پہلے اسرائیلی وزیراعظم صدر بش سے ملے تھے اور درخواست کی تھی کہ انہیں Bunker Busting بم دیئے جائیں۔ ان بموں کا تجربہ 2001ء میں افغانستان میں کیا گیا تھا۔ یہ زمین کی گہرائی تک جاسکتے ہیں، اس کے علاوہ فضا میں طیاروں میں ایندھن بھرنے اور عراق کی فضائی حدود استعمال کرنے کی بھی اجازت دی جائے Natanz کے یورینیم افزودہ کرنے کے پلانٹ کو تباہ کرسکے۔ صدر بش نے یہ ہتھیار دینے سے منع کردیا۔ بش نے کہا کہ اسرائیل کو صبر کرنا چاہئے کیونکہ ایران کے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے کے لئے خفیہ پروگرام جاری ہے۔

اعتماد کیسے پیدا ہو؟ مصافحہ اور معانقہ کیسے ہو، جب معتبر امریکی اخبار یہ اطلاع دیں کہ بغل میں چھری ہے؟ سب سے زیادہ سچے کی بات نیویارک ٹائمز کے کالم نگار راجر کوہن نے کہی ہے۔ انہوں نے لکھا کہ ''ایران کو سب سے زیادہ خوف گورباچوف جیسی شخصیت سے ہے۔'' سوویت یونین ایک سپرپاور تھا، امریکہ نے گورباچوف کو اصلاح پسند لیڈر کے طور پر پیش کیا۔ امریکہ اور سوویت یونین کے تعلقات صرف اصلاح پسند لیڈر بہتر بنا سکتا ہے۔ مسٹر کوہن نے کہا کہ گورباچوف جیسا لیڈر اقتدار کا ہی حصہ ہوگا اور مفاہمت کے نام پر انقلاب کو فروخت کردے گا اور اس کا نام ونشان مٹادے گا۔ کوہن نے صدر اوباما سے کہا ہے کہ وہ ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای کو اس بات کا قائل کریں کہ The price of engagements is not extinction کیا خوبصورت جملہ ہے۔ ایران کو صرف یہ چوائس دی گئی ہے کہ یا تو امریکہ کا پٹھو بننا قبول کرلیا اپنا وجود اور تشخص کھودو، ۱۹۵۳ء سے یہی ہورہا ہے۔ ہر ملک اپنا سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی اثر پھیلانا چاہتا ہے لیکن تھوڑا صبر کریں۔ آپ تعلقات قائم تو کریں، ایرانی اور امریکی عوام کھل کرلیں، اگر سو، پچاس برس میں آپ کی ثقافت، آپ کا میوزک، طرز زندگی ایرانیوں کو بھاجاتا ہے تو ٹھیک ہے جو اس اثر کو قبول کرے۔ کرنے دیں لیکن جاتے ہی ۲۰ ملین ڈالر خرچ کرکے حکومت کے خلاف مظاہرے کروانا تو مناسب نہیں ہے۔ کوہن نے یہ بھی کہا کہ ۱۲ رجون کا ایرانی الیکشن امریکی الیکشن کے بعد دنیا کا اہم ترین الیکشن ہے۔

گزشتہ ۴ برسوں میں احمدی نژاد کا وقار اتنا بڑھا ہے کہ ساری نظریں انہی کی طرف لگی ہیں۔ ۱۲ رجون کو ووٹنگ کسی کے حق میں ہو فتح ایرانی عوام کی ہوگی۔ ●●

گلوبلائزیشن کا مستقبل...؟

تلخیص وترجمہ: ذکاءاللہ خاں

تقریباً دو دہائی قبل جب سرد جنگ اختتام پذیر ہوئی تو دنیا کی بڑی طاقتیں ایک مشترکہ منصوبے پر متفق ہوئیں، بعدازاں اس پروجیکٹ کو عالم گیریت (Globalisation) کہا گیا۔ اپنے تمام تر اختلافات کے باوجود امریکہ، یورپی یونین، روس، چین، بھارت اور جاپان کے قائدین میں یہ قدر مشترک تھی کہ وہ بین الاقوامی معاشی تعاون کی اہمیت کا ادراک رکھتے تھے۔ یہ سب باہمی تجارت اور بیرونی سرمایہ کاری کا فروغ چاہتے تھے۔ کمیونزم کے زوال کے بعد ان تمام ممالک نے نجی شعبے کو عالمی معیشت کے روح رواں کی حیثیت سے تسلیم کرلیا۔ ڈیوس میں ورلڈ اکنامک فورم کے سالانہ اجلاسوں میں گلوبلائزیشن پر اتفاق ہمیشہ واضح رہا۔ برف پوش چوٹیوں کے دامن میں واقع دل کش مناظر رکھنے والے اس شہر میں دنیا کے صف اوّل کے قائدین، بیورو کریٹس، فنانسرز اور کاروباری شخصیات کے اجتماعات میں تقریباً ایک ہی جیسا موقف اختیار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ڈیوس میں انتہائی متنازعہ مسائل بھی قدرے خوشگوار انداز میں زیر بحث لائے جاتے تھے۔ فلسطینی اور اسرائیلی، امریکی اور ایرانی، سب کے سب بیٹھ کر بات کرنے کو تیار دکھائی دیتے۔ اس کے باوجود کہ دنیا میں پہلی بار گلوبلائزیشن پر انگلیاں اٹھائی جارہی ہیں، 2009ء کا ورلڈ اکنامک فورم بھی محض زبانی جمع خرچ تک محدود رہا۔

''عالمی معاشی تعاون خوشحالی کا بتدریج راستہ ہے''، عالمی مالیاتی بحران نے گلوبلائزیشن کے اس مرکزی خیال کو صرف زبردست دھچکا ہی نہیں پہنچایا، بلکہ فی الوقت دنیا میں خطرناک معاشی وائرس کے پھیلاؤ اور ایک اور گلوبل ڈپریشن کی تحقیق کے ساتھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ اپنے نظریے کے مخالف سمت میں محوسفر ہے۔ ڈیوس میں گزشتہ ماہ سربراہان مملکت کافی حد تک اس بات پر متفق نظر آئے کہ عالمی معیشت کے لئے سب سے بڑا خطرہ Protectionism (ملکی صنعتوں کے تحفظ کا اصول) ہے۔ اکثر مقررین کی تقاریر میں بیرونی سے مقامی منڈیوں کی طرف سرمایے کے بہاؤ کے خدشات سننے میں آئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آزاد سرمایے کی راہ میں رکاوٹیں تیزی سے پروان چڑھ رہی ہیں کیا سیاست داں بے اختیار ہیں، انہیں غلط راستہ دکھایا جاتا ہے، یا پھر دغاباز؟ یا شاید تینوں......

اس میں شبہ نہیں کہ کریڈٹ کی کراس بارڈر سہولت میں واضح کمی ہوئی ہے۔ برطانیہ کے بینک آف انگلینڈ کے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ 2008ء کی چوتھی سہ ماہی میں مقامی بینکوں نے بیرونی کسٹمرز کو قرضوں کے اجراء میں نمایاں کمی کی ہے، جب کہ برطانوی قرض خواہ خود بھی آئس لینڈ آئرلینڈ اور دوسرے غیر ملکی مالیاتی اداروں کی جانب سے لینڈنگ کی سہولت کے خاتمے سے متاثر ہورہے ہیں۔ ادھر آسٹریلوی حکومت نے غیر ملکی قرضوں کے حصول میں ناکام سرمایہ کاروں کے لئے چار بلین آسٹریلوی ڈالر کا فنڈ قائم کیا ہے۔ نئی اور اُبھرتی ہوئی منڈیوں میں حالات اور بھی گمبھیر ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل فنانس (IIF) کے اندازے کے مطابق صنعتی ممالک میں اس سال نجی سرمایے کا اندرونی بہاؤ 165 بلین ڈالر تک رہنے امکان ہے، جو 2007ء کے 929 بلین ڈالر سے کہیں کم ہے۔ اگرچہ زیادہ تر کمی کیپٹل مارکیٹوں میں آئی ہے لیکن بینک بھی تیزی سے راہ فرار اختیار کررہے ہیں۔

حالیہ برسوں میں بے تحاشا بین الاقوامی قرضوں پر انحصار کرنے والے مشرق اور وسطی یورپی ممالک فی الوقت سب سے زیادہ تناؤ کا شکار ہیں۔ روس اور یوکرین جیسے ممالک، جہاں مقامی بینک بزنس کے لئے بیرونی بینکوں کی لینڈنگ پر انحصار کیا جاتا ہے، کریڈٹ کرنچ سے متاثر ہونے والے پہلے ممالک ہیں۔ ہر جگہ بینکوں کی بیلنس شیٹ سکڑ رہی ہے، مقامی مارکیٹوں پر اکتفا ایسے وقت میں منطقی ہے۔ اپنے طویل المیعاد منصوبوں کو چھیڑے بغیر سرمایے کی قلت سے نمٹنے کے لئے بینکوں کے سامنے چند راستوں میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ بیرونی اثاثوں کو فروخت کردیں۔ رائل بینک آف اسکاٹ لینڈ، یو بی ایس اور بینک آف امریکہ نے چینی بینکوں میں اپنے شیئرز کو فروخت کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ تاہم اُبھرتی ہوئی منڈیوں میں منظم فرنچائز سسٹم کے حامل مغربی یورپ کے بینکوں کے لئے صورت حال مختلف ہے، ان کے ایگزیکٹوز کا اصرار ہے کہ اگر شرح نمو ست بھی رہتی ہے، تب بھی وہ ان ممالک میں اپنے ذیلی اداروں سے منسلک رہیں گے۔ کریڈٹ رسک کی بلند ہوتی ہوئی شرح مقامی منڈیوں تک محدود رہنے کی دوسری وجہ ہے۔ مقامی منڈیوں میں ایسے خطرے سے نمٹنا اس لئے قدرے آسان ہوتا ہے، کیوں کہ اعداد وشمار اور صورت حال براہ راست مالیاتی ادارے کے سامنے ہوتی ہے۔ بی این پی پاریبا (BNP Paribas) کے جولین دان کین کے مطابق بینکوں کے سرمایے کے حوالے سے ''باسل'' ۲ معاہدہ اُبھرتی ہوئی منڈیوں میں اثاثوں پر بلند چارجز کی اجازت دیتا ہے۔

مذکورہ وجوہ کی بناء پر سیاست دانوں کے لئے کراس بارڈر کریڈٹ میں کمی مشکل نظر آتی ہے، تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ ایسا کرنے کی خواہش بھی نہیں رکھتے۔ مقامی سطح پر قرضوں کی فراہمی کے لئے اٹھنے والی آوازوں کے پیچھے تحریک کا سبب ملکی صنعتوں کو بچا کر ملازمتوں کا تحفظ ہے۔ گزشتہ ماہ یونان کے مرکزی بینک کے گورنر جارج پروبولس نے بیرون ملک فنڈنگ کرنے والے یونانی بینکوں کو ایسا کرنے سے واضح الفاظ میں منع کیا۔ ٹیکس دہندگان کا پیسہ استعمال نہ کرنے والے مالیاتی ادارے دوسرے اداروں کی بہ نسبت اس قسم کی ہدایات سے بہتر طور پر نمٹ سکتے ہیں۔ مثلاً برطانوی بارکلے بینک، امریکی لیہمن برادرز میں شیئرز کی خریداری جاری رکھے ہوئے ہے۔ تاہم اکثر ممالک میں مالیاتی اداروں کے لئے ریاستی امداد اندرون ملک قرضوں کے اجراء سے مشروط کردی گئی ہے۔ اوباما انتظامیہ نے ایسے اشارے دیئے ہیں کہ متوقع بیل آؤٹ پیکیج سے استفادہ کرنے والے امریکی مالیاتی اداروں کو اندرونی قرضوں پر توجہ دینی ہوگی۔ حکومتی مدد کے خواہاں فرانسیسی بینک سالانہ تین سے چار فیصد اندرونی قرضوں کے اجراء میں اضافے کا وعدہ کرچکے ہیں۔ ڈچ بینک آئی این جی، جو چھبیس جنوری کو دوسری بار حکومتی سپورٹ وصول کرچکا ہے، اس نے ڈچ صارفین اور بزنس کے لئے پچیس بلین یورو کے قرضے جاری کرنے کا اعلان کیا ہے۔ آئی این جی کے فنانس ڈائریکٹر جان ہیل اعتراف کرتے

باقی صفحہ ۵ پر

معاشرے کی خرابیاں اور ہماری ذمہ داری

ظفر عاقل، دارالعلوم صفہ، نظام آباد

آج کا مسلم معاشرہ ہماری فوری توجہ کا طالب ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی حادثہ اس کو بہت بڑے خسارے ونقصان سے دو چار کردے کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم اپنی روش بدل ڈالیں۔ یہ اس لیے بھی کہ معاشرہ ہم خود ہیں اور معاشرے کا نقصان ہمارا اپنا اور ہم میں سے ایک ایک فرد بشر کا انفرادی نقصان ہوگا۔ خاندانی حصار بندی جو ہماری عائلی روایات اور معاشرتی رسم ورواج کی وجہ سے کسی نہ کسی درجہ میں محفوظ بھی جاتی تھیں اب اس کی بندشیں ڈھیلی پڑ جانے کے سبب نئے طرز کے اقدامات اور توجہات کا تقاضا کرنے لگی ہیں۔ ماضی قریب تک خاندان کا جو تصور تھا اب وہ تصور ختم یا محدود ہوکر 'میں' میری بیوی' اور میرے ایک یا دو بچے تک سکڑ کر رہ گیا ہے۔

اس کی وجہ سے والدین جو باعث تخلیق ہوتے ہیں اور جن کے لازوال ولاثانی احسانات کے بدل کا عشر عشیر کوئی اولاد بھی ادا نہیں کرسکتی' اب بے یارومددگار' قابل ترس بڑھاپا' ویران اور دکھی وتشنہ نگاہیں بن کر رہ گئے ہیں۔ غفلت کا شکار اور انجام سے بے پروا آج کی یہ اولاد جو ظلم وستم کے پہاڑ اپنے والدین پر توڑتی ہے وہ یہ بھول جاتی ہے کہ اُن کی اپنی اولاد کے ہاتھوں مستقبل قریب میں اُن کی اپنی بھی درگت بننے والی ہے۔ مادیت کی ریل پیل' نفسانفسی کے عالم اور دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لینے اور آخرت کی ہمالیائی غفلت نے آج کے معاشرے کو بالخصوص ہمارے فیملی سسٹم اور رشتوں کے تقدس وخلوص اور باہمی اعتماد ومحبت کی فضاء کو دیمک زدہ لکڑی کی طرح اندر سے کھوکھلا کردیا ہے۔

چنانچہ دو پیر کے انسانی شرف اور چو پایہ جانوروں کی خصلتوں میں جب حدّ امتیاز ختم ہوتا جائے تب وقت آچکا ہوتا ہے کہ غفلت کی غلط اور اختیاری مدہوشی کو ختم کردیا جائے ورنہ برائیوں' گناہوں اور غیر اخلاقی تباہ کاریوں کا کوئی جان لیوا اٹیک زمین کے اس بوجھ کو کسی قبر کے گڑھے میں ڈال کر دبا دے گا تاکہ معاشرے میں مزید تعفن پھیلانے کا گھناؤنا عمل ختم ہوکر رہ جائے۔ کیا سر کی دو آنکھوں سے یہ بات پوشیدہ رہ گئی ہے کہ نوجوان لڑکوں میں باغیانہ پن' بے راہ روی' فضول خرچی عام ہوگئی ہے۔ غیر ذمہ دارانہ پن' بیکار وقت گزاری' علم وتعلیم سے عدم دلچسپی اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی ہے۔ ملت کے نوجوانوں کے بالمقابل لڑکیاں ہر میدان میں سبقت کے نئے نئے ریکارڈ قائم کررہی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملت کی یہ نصف بہتر اپنی ذات کی کھوج اور تکمیلی ادراک کو پروان چڑھانے کے لیے یکسو ہو چکی ہیں۔ جب کہ نوجوان لڑکوں میں لاابالی پن' بزوں کا ادب' رشتوں کا پاس ولحاظ ختم ہوتا جارہا ہے۔ مقصد زندگی سے ناواقفیت کی جہالت کا شکار آج کا لڑکا عشق بازی' جنسی انارکی اور ہوس پرستی کے لیے بے لگام ہوتا جارہا ہے۔ اللہ اور رسول کی تعلیمات سے دوری اور عشق الٰہی و حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے اجنبی شئے بن کر رہ گئی ہیں۔

سگریٹ نوشی کی فقہی بحث سے سر دست اعراض بھی کیا جائے تب بھی آج لڑکوں میں یہ بات دن کی روشنی کی طرح عیاں ہے کہ ایک قومی فریضے کی طرح ان میں یہ کلچر پنپ چکا ہے۔ کھینچ کرنا پا جائے تب بھی قد بیڑی کا نکلے گا لیکن منہ میں کنگ سائز سگریٹ رکھنے کا جنون اس کی اپنی جوانی آنے سے پہلے جوان ہوتا دکھائی دے گا۔ اسی طرح شراب نوشی اور دیگر نشہ آور چیزوں سے بھی اب کوئی غیر آشنائی نہیں رہ گئی ہے' خالی بوتلوں کی پھیری والا اب ہمارے محلوں سے بھی خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ اس کے بعد بھی کوئی ابن آدم مرغ شتر کی خصلت کا اسیر بنا رہنا چاہے تو یہ آزادی اس کو اس کے خالق ومالک نے اس فانی وامتحانی دنیا میں دی ہے جس پر قدغن تو نہیں لگائی جاسکتی البتہ سورۃ العصر کی متابعت میں توجہ دہانی کی تکرار کی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ یہ اُس کا حق اور ہم سب کا فریضہ ہے۔

مادر پدر آزادی' شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کا نتیجہ لڑائی جھگڑے حتیٰ کہ قتل وخون کی شکل میں آج ہمارے سامنے ہے اور معاندین اسلام تو فرزندان ملت میں یہی چاہتے ہیں۔ یہودیوں کے خفیہ "پروٹوکول" کا مطالعہ کیجیے۔ کیا وہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے!؟ ذرا دل کی نظروں کو اجازت دیجیے اور ذرا ہوش کے ناخن سے ضمیر پر چھائی گرد کو ہٹائیے اور پھر اپنے اطراف مومنانہ نگاہ و بصیرت کو دوڑائیے' سارا منظر آپ پر واضح ہوجائے گا اور کیا یہ کوئی راز ہے کہ بیکاری اور بیگاری کے بیچ ڈولتا ملت اسلامیہ کا نوجوان اپنے والدین کی کمائی ودولت پر عیش کرنے کا خوگر ہو چکا ہے اس عذاب جاریہ کو پرورش کرنے میں آج کے والدین کا حصہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ کیا اب اس میں کوئی دورائے بھی ہے کہ گھروں میں TV کی ٹی۔ بی نے رشتوں کے تقدس کو پامال کردیا ہے۔ کتنے فی ہزار یا فی دس ہزار ہوں گے جو TV کا صحیح اور فائدہ بخش استعمال کرتے ہوں گے۔ TV کے غلط پروگرام دراصل آہستہ آہستہ انسان کو اباحیت پسندی میں مبتلا کردیتے ہیں چنانچہ TV آج ننگے کچے گوشت کو آنکھوں سے چبا چبا کر عریانیت کی بدہضمی میں مبتلا کردیتے اور پھر بدبودار قئے کردینے کا وسیلہ بن گیا ہے۔ اس طرح لایعنی پروگرام' سلسلہ وار سیریل' کرکٹ گیمس وغیرہ وقت کو قتل بھی کرتے ہیں اور عبادتوں کے نظام کو تباہ اور ان کی اہمیت کو بے اثر بھی بنادیتے ہیں۔ کارٹونس کی دنیا بچوں کے ذہنوں پر دیومالائی تخیلات کو اُجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ نااہل و کاہل بنانے میں سرگرم عمل ہے۔ کیا ایک چھت کے نیچے' ایک ہال یا روم میں گھر کے افراد خاندان دھڑلے سے TV کی منحوس برکتوں کے سبب حرمتوں کا قتل عام نہیں کر رہے ہیں؟ یہی بلکہ اس سے برا حال جدید سسٹم کے سیل فونس اور انٹرنیٹ کا ہے۔ اخبارات' رسالے اور جدید فوٹو ٹکنالوجی کی ترقی نے عریانیت اور جنسی آوارگی کو جنم دیا ہے۔ اس ہمہ جہتی یلغار کے بعد کسی کے گھر کی کوئی جوان بیٹی یا بہن جس کا تعلق بہر حال ملت اسلامیہ سے ہے یا پھر شباب و جوانی کی سرحدوں میں داخل ہوتا ہوا کسی کے گھر یا خاندان کا کوئی جوان بیٹا یا بھائی جس کا تعلق بحر حال ملت اسلامیہ سے ہے اور جن کے شب و روز کی تعمیر نما تخریب' جن کی تعلیمی ترجیحات و انتخاب اور جن کی اخلاق واصول سے عاری تربیت میں ان کے والدین کا بڑا حصہ ہوتا ہے اگر کسی پارک میں' جہاں کا داخلہ برائے نام دو سے پانچ روپے رکھے جاتے ہوں' کسی پیڑ کے سائے تلے' یا کسی بائیک کے پیچھے یا کسی کی کار میں اخلاق سوز حرکات یا آنکھوں کو شرمندہ کردینے والے بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوں اور کبھی ملت اور والدین کو انگوٹھا دکھاتے ہوئے گورنمنٹ کی فراخدلی کے سبب' جو عموماً ایسے تمام موقعوں پر مہیا ہوتی ہے' میرج رجسٹریشن کے سہارے پھول مالائیں پہن لیتے ہوں تب بھی کیا وقت نہیں آچکا ہوتا ہے کہ ٹھہرا جائے' پلٹا جائے' سوچا جائے اور دیکھا جائے کہ غلطی کہاں سے شروع ہوئی ہے اور نقصان کتنا کچھ ہو چکا ہے اور تلافی کیوں کر ممکن ہے۔

بچوں کے جوانی کی عمر کو پہنچ جانے کے بعد بھی اگر والدین زبردستی اپنے سر کے بالوں کو جوان وسیاہ بنانے کا ارتکاب کرتے ہوں اور اپنی چال ڈھال' نشست و برخواست کو بزرگی کی مقدس ردا کی بجائے خود کو چھیل چھبیلا بنائے رکھنے کا خبط رکھتے ہوں' خاندانی و معاشرتی تعلقات کی بنیادوں کو بنانے سنوارنے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نکھارنے کی بجائے رشتوں ناطوں میں دوری بنائے رکھنے کی راہ کے راہی بن جاتے ہوں' انفاق ایثار' صلہ رحمی' فیاضی' رحم دلی' محبت و شفقت اور رب کو راضی کرنے والے جذبات واحساسات کو بیدار وتوانا کرنے کی بجائے اور اسی طرح اس فانی و عارضی دنیا سے ایک حد تک ہی لو لگانے نیز آخرت کے توشے کی تیاری کی بجائے روپیہ پیسہ' دھن دولت کے پجاری' قساوت' بخل' تنگ دلی اور دنیا کے غلام بن جاتے ہوں تب ملت کے ایک ایک فرد بشر کو جو دردمند' صاحب دل' احساس کا پیکر' مروت واخلاق کا مجموعہ' حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی اور اپنے پیدا کرنے والے کا فی الجملہ عبد وغلام ہو لازم ہوجاتا ہے کہ وہ ان حالات میں خاموشی کی خباثت میں مبتلا ہونے کی بجائے چیخ چیخ کر سوز دروں کو بروئے کار لا کر حضور اکرمؐ کی اس ملت خیر کو بتائے کہ اس میں نہ صرف اُس کا بلکہ اُس کی آل واولاد کا' اس کی آنے والی نسلوں کا نقصان وخسارۂ عظیم ہے اور یہ بھڑکتی ہوئی تباہ کن آگ اس کے محلّہ' اس کے شہر' اور سارے معاشرے کو اس طرح گھیر کر نیست و نابود کردے گی کہ وہ موت کو پکارے گا کیوں کہ اس کی غیرت وحمیت کا جنازہ خود اُس کی آنکھوں کے سامنے نکل چکا ہوگا۔ یہ وہ صورتحال ہے جس سے مختلف درجوں میں کم و بیش آج ملت اسلامیہ دوچار ہے اور اس صورت حال کی پیشن گوئی ہمیں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں ملتی ہے اور ان حالات سے نکلنے کی راہیں بھی بتائی گئی ہیں۔

چنانچہ قبل اس کے کہ قبولیت دعا کا وقت نکل جائے ہم سب پر لازم ہے کہ ٹھہریں! غور کریں! اور آگ کے گڑھوں کا شکار ہونے سے بچنے کے لیے انفرادی واجتماعی جدوجہد کا آغاز کریں۔ ساتھ ہی ساتھ اس اہم بات کو ذہن نشین رکھیں کہ مایوسی سم قاتل ہے اور مٹی آج بھی بڑی زرخیز ہے۔ صالح عناصر' متقی و پرہیزگار اور نیک سیرت نوجوان نسل آج بھی ناپید نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تبلیغ و اصلاح کے صور میں پھونک ماری جائے تاکہ فرزندان ابراہیمؑ کمر حنفیت کس لیں۔ اور اللہ کے لعل' ابن عبداللہؐ کے متوالے و فداکار سیرت محمدیؐ کو دنیا میں چلتا پھرتا بنانے و دکھانے کا جنون اور سودا سر میں سمالیں۔ ●●

پھول کی پتی اور ہیرے کا جگر

محمد آصف ریاض

11 مارچ 2009 کو ہولی کا تیوہار منایا جا رہا تھا۔ میں دلی میں واقع اپنے فلیٹ میں تنہا تھا۔ میرے پڑوسی بڑی دھوم دھام سے ہولی منا رہے تھے۔ انھوں نے ہمیں رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ ابھی میں عشا کی نماز سے فارغ ہوا تھا کے اچانک گھنٹی بجنے لگی۔ دروازہ کھولا تو سامنے مسٹر اجیت کھڑے تھے۔ ان کے ساتھ میں کھانے کی میز پر چلا گیا۔ وہ یہاں اپنی اہلیہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ انھوں نے حال ہی میں شادی کی ہے۔ کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر گفتگو ہوئی، اس کے بعد، میں نے ان کے سامنے ربانی پیغام کو رکھا۔ میں نے قرآن، سائنس اور عقلی دلائل کے ساتھ خدا کے پیغام کو ان کے سامنے پیش کیا۔ خدائی پیغام کو سننے کے لئے وہ لوگ بہت زیادہ curious مشتاق نظر آرہے تھے۔ میں نے ان کے سامنے خدا کی وحدانیت کو پیش کیا اور انھیں چند مثالیں دے کر بتایا کہ اگر آپ دنیا کے مستحکم نظام پر غور کریں، تو آپ کو پتہ چلے گا کہ کوئی ہے جو اس دنیا کو چلا رہا ہے، اور بلاشبہ وہ تنہا اور یکتا ہے۔ اگر خدا، ایک نہیں، انیک ہوتا، تو دنیا میں اس قسم کا مستحکم نظام نہیں پایا جاتا۔

یہاں کا پورا نظام "کنفلکٹنگ" ہوتا۔ اس لئے کہ کوئی نظام جسے کئی لوگ مل کر چلائیں وہ کنفلکٹنگ ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ اپنے گھر میں بھی کر سکتے ہیں۔ اگر کئی لوگ آپ کے گھر کے مالک بن جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں تنازعہ کھڑا ہوجائے گا۔ لوگ ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے یہاں تک کے پورا نظام ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائے گا۔ آپ کمپنیوں میں بوسزم، کا کلچر دیکھتے ہیں، یعنی وہاں کام تو کئی لوگ کرتے ہیں، لیکن صرف ایک شخص پوری کمپنی کا مالک ہوتا ہے، اور اسی کی بات آخری سمجھی جاتی ہے۔ اسی لئے آپ اپنے دفتروں میں یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں Boss is always right۔ یعنی بوس ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ آدمی کو دو چیز بڑی شدت سے یاد رکھنی چاہیے۔ (1) انسان اپنی پیدائش کو یاد رکھے۔ (2) وہ دوسروں کی موت کو اپنی موت سمجھے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ آدمی، دوسروں کی موت کو صرف ایک خبر سمجھتا ہے۔ وہ اس واقعہ میں اپنے لئے کوئی سبق نہیں پاتا۔ حالانکہ کہ اگر وہ غور کرے تو پائے کہ ہر موت اس کے لئے ایک وارننگ ہے، جو یہ بتا رہی ہے کہ تمہارا نمبر بھی آنے والا ہے۔ اپنی پیدائش پر غور کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اس سے انسان کو خدا پر یقین کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ انسان پانی تھا، پھر خدا نے اسے گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر اس کو خوبصورت شکل دی۔ پھر اسے ماں کے پیٹ سے زندہ اور خوبصورت طریقے سے باہر نکالا۔ اب وہ اپنے آپ کو ایک اجنبی دنیا میں پاتا ہے۔ وہ اس دنیا کی اجنبیت پر حیران رہ جاتا ہے۔ وہ اس دنیا کے بارے میں اپنے ماں باپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہے، لیکن اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دیتی۔ وہ یہاں کھلی فضاؤں میں دوڑنا چاہتا ہے، لیکن اس کے پاؤں ساتھ نہیں دیتے۔ وہ چیزوں کو پکڑنا چاہتا ہے لیکن اس کے ہاتھوں میں طاقت نہیں رہتی کہ وہ پکڑے۔ وہ حیرت واستعجاب اور بے چارگی کا مجسمہ بنا رہتا ہے۔ پھر اس پر ایک وقت گزرتا ہے جب وہ اپنے آپ کو جوانی کی دہلیز پر پاتا ہے۔ اب وہ بولتا ہے تو اپنے بنانے والے کے خلاف ہی بولنے لگتا ہے۔ اب وہ چلتا ہے تو اس راہ پر چل پڑتا ہے جس راہ پر چلنے سے اسے منع کیا گیا تھا۔ اب وہ ہر بری چیز کی طرف لپکتا ہوا نظر آتا ہے۔ اب وہ اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے اور خدا کی پیدائش پر باتیں بنانے لگتا ہے۔ پھر اس پر ایک وقت آتا ہے جب وہ اپنی پیدائشی حالت کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اب وہ بولنا چاہتا ہے، لیکن بول نہیں پاتا۔ وہ چیزوں کو پکڑنا چاہتا ہے، لیکن پکڑ نہیں پاتا۔ اب وہ دیکھنا چاہتا ہے لیکن دیکھ نہیں پاتا۔ یہ واقعہ خدا کی اس زمین پر ہر روز ہوتا ہے۔ یہاں ہر روز کوئی شخص پیدا ہوتا ہے، کوئی جوان ہوتا ہے، کوئی بوڑھا ہوتا، اور کوئی مرجاتا ہے، لیکن بہت کم لوگ ہیں جو اس واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ اگر لوگ اپنی پیدائش اور موت پر غور کرنے لگیں، تو ان کا دل خدا کے سامنے خود بخود جھک جائے گا، پھر انھیں کسی جھکانے والے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔

بات چیت کے دوران ان کی اہلیہ نے کہا کہ میں مانتی ہوں کہ خدا ہے، لیکن میں خدا کو دیکھ نہیں پاتی! میں نے کہا کہ آپ کے پیٹ سے خوبصورت بچہ جنم لینے والا ہے۔ کیا اس بچے کو آپ نے اپنے پیٹ میں ڈالا ہے؟ کوئی نہیں، صرف خدا ہے، جو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔ آپ زمین کا دل چیر کر ننھے پودے کو باہر نکلتے ہوئے دیکھتی ہیں! کیا آپ نے اسے زمین کے اندر سے نکالا ہے؟ نہیں! بالکل نہیں۔ تو پھر وہ کون ہے، جو مردہ سے زندہ کو نکال رہا ہے؟ کوئی نہیں خدا کے سوا۔ یہاں پانی ہے جسے آپ پیتی ہیں، دانا ہے جسے آپ کھاتی ہیں، ہوا ہے، جس سے آپ آکسیجن لیتی ہیں یہاں خدا کا وہ پورا نظام موجود ہے جسے آپ "لائف سپورٹ سسٹم" کا نام دیتی ہیں تو کیا ان چیزوں میں آپ کو خدا کی جھلک نظر نہیں آتی؟ اگر آپ کائنات پر غور کریں تو آپ کو کائنات کی ہر چیز سے خدا جھانکتا ہوا نظر آئے گا۔ انھوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں ہر چیز میں خدا ہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ نہیں، یہاں کی ہر چیز میں خدا نہیں ہے، بلکہ یہاں کی ہر چیز خدا کا پتہ دے رہی ہے۔ یہاں ہر چیز سے خدا بول رہا ہے۔ آپ کو کائنات کی پکار کو سن کر خدا تک پہنچنا ہے، یہی آپ کا امتحان ہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ سائنس میں ایک چیز کو دیکھ کر دوسری چیزوں کو ماننے کا طریقہ رائج ہے۔ مثال کے طور پر آپ بٹن دبا کر بلب روشن کرتی ہیں۔ آپ روشنی کو دیکھتی ہیں، لیکن روشنی کو دیکھ کر آپ کرنٹ کے ہونے کو مان لیتی ہیں۔ حالانکہ آپ کرنٹ کو نہیں دیکھ پاتیں۔ لیکن سائنس آپ کو بتا رہی ہے کہ یہاں آپ کو ایک چیز دیکھ کر دوسری چیز کو ماننا ہے۔ آپ سائنس کے اس اصول کو مانتی ہیں۔ مثال کے طور پر آپ آسمان کی طرف ایک سیب کو اچھالتی ہیں اور وہ سیب زمین پر آکر گر جاتا ہے تو آپ کہتی ہیں کہ زمین میں قوت کشش ہے۔ زمین میں Power of gravity کے ہونے پر آپ یقین کرلیتی ہیں، حالانکہ آپ نے صرف سیب کو گرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ نے Power of gravity کو نہیں دیکھا ہے، لیکن آپ ایک چیز کو دیکھ کر دوسری چیز پر ایمان لا رہی ہیں، یہی فارمولہ اسلام کا بھی ہے۔ خدا زمین وآسمان کو پھاڑ کر خود آپ کے سامنے نہیں آئے گا، بلکہ وہ اسباب کے پردے میں آپ کے سامنے رہے گا۔ آپ کا امتحان یہ ہے کہ آپ اسباب کے پردے کو پھاڑ کر حقیقت کو پالیں۔ میری بات سن کر وہ کہنے لگیں، آپ تو بہت گیانی معلوم پڑتے ہیں۔ آپ کی بات سیدھے دل پر لگتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ہر بات دل سے بولتے ہیں، اس لئے وہ دل میں اتر جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں، بات وہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ خدائی کلام میں بذات خود اتنی کشش ہے کہ وہ آدمی کو اپنے اندر کی آواز معلوم پڑتی ہے۔ آدمی گر خدائی کلام کا ادراک کرلے، تو وہ پائے گا کہ یہ تو خود اس کے اندر کی آواز ہے۔

انھوں نے مجھ سے قرآن کا مطالبہ کیا۔ میں نے اسی وقت انھیں ہندی میں قرآن شریف تحفے میں دیا۔ مجھے لگا کہ یہاں کا ہر شخص خدائی پیغام کو سننے کے لئے بے تاب ہے، لیکن بہت کم لوگ ہیں جو خدائی پیغام کو پہنچا رہے ہیں۔ اور جو لوگ پہنچا رہے ہیں ان میں اہلیت اور پیغمبرانہ جذبے کی کمی ہے، اسی لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے بہت محنت کی، لیکن کوئی ان کی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ مجھے ایک اسلامی اسکالر کی بات یاد آگئی۔ انھوں نے لکھا ہے کہ پہلے دور میں جب لوگ کسی کے سامنے اسلام لے کر پہنچتے تھے تو ہر شخص کہتا تھا: Mr,Islam, you are welcome. لیکن اب لوگ کہتے ہیں No thank you. لیکن نہیں! میرا تجربہ اس بات کی نفی کرتا ہے۔ میرا تجربہ بتاتا ہے کہ اگر لوگوں کے سامنے حقیقی اسلام کو محض خدائی طریقے سے پیش کیا جائے، تو لوگ آج بھی پکار اٹھیں گے You are welcome ,Mr Islam۔ تجربہ بتاتا ہے کہ یہاں کا ہر شخص ہیرے کا جگر لئے ہوئے ہے، اسے کاٹنے کے لئے پھول کی پتی (ربانی حکمت) درکار ہے۔ ●●

آسیان کی دہشت گردی مخالف کانفرنس

سید عتیق الحسن (سڈنی)

جنوب مشرق کے دس ممالک پر مشتمل ایسوسی ایشن (ASEAN) نے اپنے چودھویں سالانہ اجلاس میں ایک مشترکہ منصوبہ بندی کی کیا ہے جس کے مطابق ممبر ممالک جنوب مشرقی ایشیا میں دہشت گردی کو روکنے کے لئے مشترکہ حکمت پر عمل کریں گے۔ یہ پلان آسیان کی پولیٹیکل سیکوریٹی کمیٹی نے تیار کیا ہے۔ تھائی لینڈ کے ایک خوبصورت قصبہ ہوا ہن میں یکم مارچ کو ہوئے اس اجلاس میں تمام ممالک نے اس صورتحال سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت سب سے زیادہ اور فوری ضروری دہشت گردی سے مشترکہ طریقے سے نمٹنا ہے۔ تمام سربراہان نے متفقہ رائے سے دہشت گردی کے خلاف بنائے گئے پلان کی سفارشات کو تسلیم کیا۔ سیکوریٹی پلان کے مطابق جو سفارشات رقم کی گئی ہیں ان پر دہشت گردی سے نمٹنے کے سلسلے میں دسمبر ۲۰۰۸ء میں سیکوریٹی اور امن کے حوالے سے طے پایا تھا کہ اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ اس پلان کے مطابق آسیان کے ممبر ممالک آپس میں خفیہ ایجنسیوں سے موصول ہونے والی دہشت گردی کی کارروائیوں کی انفارمیشن کا تبادلہ کریں گے۔ آسیان ممبر ممالک کے قانون نافذ کرنے والے ادارے اور خفیہ ایجنسیاں آپس میں مستقل بنیادوں پر رابطے قائم کریں گی جن میں ہاٹ لائن، دستاویزات کی فوری تقسیم وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ممبر ممالک کی ممبروں سے ممکنہ دہشت گردوں کے حملوں کو روکنے کے لئے مدد فراہم کرنا اور دہشت گردی کے خلاف ایکشن پلان پر عمل کرنے کے لئے ممبر ممالک کی مالی امداد شامل ہیں۔

اجلاس میں یہ بھی طے کیا گیا کہ ممبر ممالک کے درمیان جو سرحدی اور دوسرے تفرقات ہیں، ان کو بھی دور کیا جائے گا تاکہ ان ممالک میں جو موجودہ تناؤ ہے اس کو ختم کیا جاسکے۔ کانفرنس کے میزبان تھائی لینڈ نے اس بات پر زور دیا کہ دہشت گردی کو خطے میں روکنے کے لئے اور کسی بھی مشترکہ حکمت عملی کے عمل درآمد کے لئے ضروری ہے کہ ممبر ممالک آپس کے تنازعات ختم اور خطے میں مل کر اپنے مشترکہ دشمن سے نمٹیں۔ واضح رہے کہ آسیان کے رکن ممالک ملائشیا، ویتنام، برونائی اور فلپائن کے درمیان آپس میں جنوبی چین یعنی تائیوان اور چین کے درمیان سمندری حدود میں واقع بے شمار چھوٹے چھوٹے جزیروں کی ملکیت کے تنازعات ہیں۔ ●●

بقیہ: نفرت کے زہر سے بھرے......

زیادتی کرنے والے ہندوؤں یا پولیس والوں کے خلاف کوئی بات نہیں کہی انہوں نے ساری زہرافشانی مسلمانوں کے خلاف کی۔ ان کی گردنیں کاٹ دینے ان کے ہاتھ قلم کردینے اور انہیں پاکستان کھدیڑ دینے کے لئے ہندوؤں کو بھڑکایا۔ انہوں نے گاندھی ہونے پر فخر کا اظہار کیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ کونسا گاندھی ہونے پر وہ فخر کررہے ہیں جس گاندھی کو گوڈسے نے قتل کیا تھا؟ ان کے گاندھی ہونے پر فخر کیا بنیاد ہے؟ وہ ہندو ہونے پر فخر کرتے ہیں لیکن یہ نہیں بتاسکے کہ ہندو کسے کہتے ہیں اور ہندو کہلانے میں فخر کی کیا بات ہے جب کہ سندھ سے متصل ایران کی زبان فارسی میں ہندو ایک برا لفظ ہے جس پر کوئی صحیح الدماغ آدمی فخر نہیں کرسکتا۔ ●●

بقیہ: گلوبلائزیشن کا مستقبل...؟

ہیں کہ جب نجی کی جگہ قومی عناصر لے لیں تو نیشنلائزیشن کا تصور ذہن میں آتا ہے۔

یہ ایسی اکنامک نیشنلائزیشن ہے، جس کا بہ ظاہر نوٹس نہیں لیا گیا۔ مغربی ممالک غیر ملکی بینکوں کو اپنی منڈیوں سے باہر رکھنے کی کوشش تو نہیں کررہے، کیوں کہ سرمایے کا اندرونی بہاؤ خوش آئند امر ہے، لیکن مغربی حکومتوں کا اصل مقصد یہ ہے کہ قومی سطح پر بینک کاروبار وتجارت کو سہارا دیں، نہ کہ یہ بیرونی ملک سرمایہ کاری کریں، یہی وہ نکتہ ہے، جس سے پروٹیکشنزم کی مہک آتی ہے۔ فی الوقت یہ کہا جاسکتا ہے کہ فنانشل نیشنلزم کے محرک جتنے سیاست داں ہیں، اتنی ہی منڈیاں، تاہم کراس بارڈر سرمایہ کاری کے لئے طویل المیعاد خطرہ یہ نہیں، بلکہ اصل خطرہ ملٹی نیشنل بینکوں کے لئے ریاستی ریگولیٹرز (مالیاتی اصول وضوابط کا نفاذ کرنے والے ریاستی ادارے) کی جانب سے تبدیلیاں ہیں۔ مستقبل میں مزید تبدیلیاں یقیناً متوقع ہیں، اس میں بڑا کردار گزشتہ سال ناکام ہونے والے آئس لینڈ کے بینکوں کا ہے۔ کئی سال تک بیرون ملک ان بینکوں کے آپریشن کی تیز ترین وسعت کے بعد ناکامی اس تلخ سچ کا اظہار ہے کہ بینک زندگی میں شائد بین الاقوامی ہوتے ہیں، مگر ان کی موت قومی سطح پر ہوتی ہے۔ آئس لینڈ ڈیپازٹ انشورنس فنڈ میں ہرجانے کے حق دار دوسرے ممالک کے ڈیپازٹرز کے علم میں یہ بات آئی کہ مذکورہ بینک کی ناکامی کے وقت Reykjavik میں اس کا شیئر اتنا نہیں تھا کہ ان کی رقم کی واپسی ہوسکے۔ اسی لئے ان ممالک کی حکومتوں کو مداخلت کرنی پڑی۔ لا فرم ایلن اینڈ اوری کے باب پین کہتے ہیں کہ حکومتوں نے ڈیپازٹرز کے مالی نقصان کا ازالہ تو کردیا ہے، لیکن آئس لینڈ کی طرف سے ریگولیٹرز کے اعتماد کو پہنچنے والے نقصان کا مداوا ممکن نہیں۔

اس صورت حال کا ایک حل یہ ہے کہ غیر ملکی بینکوں کے ریگولیٹرز اور ان کے مقامی ذیلی اداروں میں تعاون بہتر بنایا جائے یا بہتر ہوگا کہ کراس بارڈر بینکوں کے لئے ایک ہی سپروائزر قائم کیا جائے۔ بڑے عالمی بینکوں کی ریگولیشن جی ٹوئنٹی ممالک کے ایجنڈے پر بھی ہے۔ ممالک کی خودمختاری کے حساس مسئلے کے پیش نظر اکثر تجزیہ کار سخت قوانین کے امکانات پر شکوک کا اظہار کرتے ہیں۔ تاحال شواہد یہی ظاہر کرتے ہیں کہ ریگولیٹرز اپنی سرزمین پر توجہ جاری رکھیں گے اور اس میں دوسروں کو مداخلت کی اجازت نہیں دیں گے۔ سوئٹزر لینڈ میں پہلے ہی ریگولیٹرز نے دو بڑے بینکوں یو بی ایس اور کریڈٹ سوئز کے لئے نئے قواعد وضوابط نافذ کردئے ہیں۔ برطانیہ کا فنانشل ریگولیٹر، فنانشل سروس اتھارٹی بینکوں کی لیکویڈیٹی کے حوالے سے نئی تجاویز پر کام کررہا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر کام کرنے والے بینکوں کا مستقبل زیادہ تابناک نہیں ہے۔ بڑے بینک فی الوقت اس تحقیق میں مصروف ہیں کہ سرمایے کی منتقلی پر پابندیوں کی فضا سے کیسے نمٹا جائے۔ نئے مالیاتی اصولوں نے دنیا میں رائج گلوبلائزیشن کو نہ صرف گہنا دیا ہے، بلکہ نیشنلزم کی طرف واپسی کی علامات بھی واضح کی ہیں۔ ●●

بقیہ: سیرت مصطفیؐ اور دشمنوں کی کوششیں

مشنریز میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل کیا اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ ان کی اولاد عیسائی مشنریز کے زرغہ میں آگئی اور اپنا اسلامی تشخص کھو بیٹھی بلکہ اپنے ناموں کے ساتھ ان عیسائی ناموں کو چھوڑ کر ارتداد کے گڑھے میں جا گری۔ ایک اندازہ کے مطابق چودہ لاکھ سے زائد کی تعداد میں نیویارک اور برازیل وغیرہ میں نسلی مسلمانوں کے علاقوں کے علاقے جو چند برسوں پہلے مسلمانوں کے مرکز تھے آج وہاں تاریکی کا یہ عالم ہے کہ وہاں اسلام کے نام لیوا مشکل سے کوئی مل پائے گا، ہر طرف عریانی وفحاشی کے مناظر، شراب و کباب عام، اور موسیقی کی دھوم۔ یہ سب کیسے ہوا! ابتدا میں والدین اپنی اولاد کو اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے میں ناکام رہے ان کی صحیح تربیت کرنے میں کوتاہی کی اور اپنے جگر پاروں کو ان صلیبی اور استعماری قوتوں کے اداروں میں داخل کیا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ نسلی مسلمان جو کئی صدیوں سے اسلام پر قائم تھے اسلام سے ارتداد کے عمیق گڑھے میں جا گرے۔ آج مسلم ملکوں اور بہت سارے مسلم اقلیتی علاقوں میں خاص کر نوجوانوں کے اندر جو بے رخی اور اسلامی ثقافت سے چڑ اور بے پروائی اور مغربیت پسندی کا جنون پیدا ہو رہا ہے وہ سب ان ہی اداروں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

ڈرنے کا مقام:

آج ان تک اسلام کا پیغام پہونچانے کی شدید ضرورت ہے مبادا کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہماری پکڑ کرے کہ ہم کو معلوم ہوتے ہوئے اور تمام اسباب وترقی کے وسائل فراہم ہوتے ہوئے ان تک دین کا پیغام کیوں نہیں پہونچایا۔ ان کو اسلام کی حقانیت اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے روشناس کیوں نہیں کرایا۔ اگر امت محمدیہ سوگئی اور اس نے اپنے دعوتی مشن کو بھلا دیا تو اس کا انجام بہت خطرناک ہوگا۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
تم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

●●

آسٹریلیا کے یہ حالات کیا کہتے ہیں؟

آسٹریلیا میں بچوں کو ان کے ماں باپ سے جبری الگ کرنے کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ نیو ساؤتھ ویلز کی حکومت کی طرف سے شائع ہونے والے تازہ ترین اعداد وشمار کے مطابق نیو ساؤتھ ویلز میں پچھلے بارہ مہینوں میں ۱۴ ہزار سے زیادہ بچوں کو ان کے ماں باپ سے علیحدہ کرکے حکومت کے سرکاری گھروں میں منتقل کیا گیا۔ رپورٹ کے مطابق ہر ہفتہ ۹۰ کے قریب بچوں کو حکومت کے شیلٹرز میں منتقل کیا جاتا ہے جو کہ حکومت کے لئے بڑی تشویش اور پریشانی کا باعث ہے۔ بچوں کو ان کے ماں باپ سے علیحدہ کرنے کی وجہ ماں باپ کی ان بچوں کے ساتھ جسمانی، زدوکوب، زیادتیاں ہیں یا پھر ماں باپ میں مہلک بیماریوں کا پایا جانا ہے۔ شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق ۰۸-۲۰۰۷ء کے دوران اٹھارہ سال تک کی عمر کے ۴۷۳۰ بچوں کو ان کے گھروں سے نکال کر سرکاری گھروں میں منتقل کیا گیا۔ اس طرح سے یہ شرح ۱۶۰۲ سالانہ تک پہنچ گئی ہے۔ صوبائی حکومت کی ترجمان اور صوبائی وزیر لنڈا برنی نے کہا ہے کہ بچوں کو ان کے ماں باپ سے کوئی بھی الگ نہیں کرنا چاہتا اور یہ حکومت کے لئے بڑا بوجھ ہوتا ہے مگر حکومت کے ذمہ داراوں کے پاس بالآخر کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ انہوں نے کہا کہ بچوں کو ان کے ماں باپ سے صرف اس صورت میں الگ کیا جاتا ہے، جب بچے کی زندگی کو خطرہ ہو، لنڈا کا کہنا ہے کہ ان بچوں میں بڑی تعداد ان کی ہے جن کے ماں باپ مختلف قسم کی مہلک بیماریوں، منشیات کے استعمال اور ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

یہاں قابل غور بات یہ بھی ہے کہ آسٹریلیا میں دن بدن منشیات کا استعمال

باقی صفحہ ۸ پر

عام انتخابات سے قبل ریاستوں کا سیاسی و انتخابی منظر نامہ (۸)

(۲۰) اروناچل پردیش

لوک سبھا کی نشستیں: ۲ اسمبلی کی نشستیں: ۶۰

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۴ء
بی جے پی	۲	۹
کانگریس	.....	۳۴
آزاد و دیگر	.....	۱۵

(۲۱) منی پور

لوک سبھا کی نشستیں: ۲ اسمبلی کی نشستیں: ۶۰

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۷ء
کانگریس	۱	۳۴
آزاد و دیگر	۱	۲۶

(۲۲) میگھالیہ

لوک سبھا کی نشستیں: ۲ اسمبلی کی نشستیں: ۶۰

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۸ء
کانگریس	۱	۲۵
میگھالیہ پروگریسو الائنس	۱	۳۳
آزاد و دیگر	۱	----

(۲۳) میزورم

لوک سبھا کی نشستیں: ۱ اسمبلی کی نشستیں: ۴۰

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۸ء
کانگریس	.....	۳۲
میزو نیشنل فرنٹ	۱	۳
آزاد و دیگر	.....	۵

(۲۴) ناگالینڈ

لوک سبھا کی نشستیں: ۱ اسمبلی کی نشستیں: ۶۰

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۸ء
ناگالینڈ پیپلز فرنٹ	۱	----
ڈیموکریٹک الائنس آف ناگالینڈ	.....	۳۵
کانگریس	.....	۲۳
آزاد و دیگر	.....	۱

(۲۵) سکم

لوک سبھا کی نشستیں: ۱ اسمبلی کی نشستیں: ۳۲

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۴ء
سکم ڈیموکریٹک فرنٹ	۱	۳۱
کانگریس	.....	۱

(۲۶) تریپورہ

لوک سبھا کی نشستیں: ۲ اسمبلی کی نشستیں: ۶۰

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۸ء
بائیں محاذ	۲	۴۸
کانگریس اتحاد	.....	۱۲

(۲۷) اڑیسہ

لوک سبھا کی نشستیں: ۲۰ اسمبلی کی نشستیں: ۱۴۷

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۴ء
بیجو جنتا دل	۱۱	۶۱
بی جے پی	۷	۳۲
کانگریس	۲	۳۸
آزاد و دیگر	۱	۱۶

(۲۸) گوآ

لوک سبھا کی نشستیں: ۲ اسمبلی کی نشستیں: ۴۰

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۷ء
کانگریس	۱	۱۶
بی جے پی	۱	۱۴
آزاد و دیگر	.....	۱۰

(۲۹) کرناٹک

لوک سبھا کی نشستیں: ۲۸ اسمبلی کی نشستیں: ۲۲۴

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۸ء
کانگریس	۸	۸۰
بی جے پی	۱۸	۱۱۰
جنتا دل (ایس)	۲	۲۸
آزاد و دیگر	.....	۶

(۳۰) پانڈیچری

لوک سبھا کی نشستیں: ۱ اسمبلی کی نشستیں: ۳۰

سیاسی پارٹیاں	پارلیمانی الیکشن ۲۰۰۴ء	اسمبلی الیکشن ۲۰۰۸ء
کانگریس	.....	۱۰
ڈی ایم کے	.....	۷
اے ڈی ایم کے	.....	۳
ایم ڈی ایم کے	.....	۱
پی ایم کے	۱	۲
آزاد و دیگر	.....	۷

(۳۱) انڈومان و نیکوبار جزائر

لوک سبھا کی نشست: ایک (کانگریس)

(۳۲) چنڈی گڑھ

لوک سبھا کی نشست: ایک (کانگریس)

(۳۳) دادرونگر حویلی

لوک سبھا کی نشست: ایک (بی این پی)

(۳۴) دمن اینڈ دیو

لوک سبھا کی نشست: ایک (کانگریس)

(۳۵) لکشدیپ

لوک سبھا کی نشست: ایک (جنتا دل متحدہ)

مندروں کے شہر میں صدائے حق

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی
ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

مدورائی جنوبی ہند کی ریاست تامل ناڈو کا ایک بڑا اور قدیم شہر ہے جو دراوڑی تہذیب کا ایک اہم مرکز ہے۔ مندروں کی کثرت کی وجہ سے اسے مندروں کا شہر (City of Temples) کہا جاتا ہے۔ فروری ۲۰۰۹ء کے اواخر میں مولانا سید جلال الدین عمری امیر جماعت اسلامی ہند کی معیت میں وہاں کے سفر کا موقع ملا۔ یہ سفر اگرچہ اسلامک فقہ اکیڈمی نئی دہلی کی دعوت پر اس کے سیمینار میں شرکت کے لئے ہوا تھا۔ اسلامک فقہ اکیڈمی ہر سال عصری اہمیت کے حامل موضوعات پر ملک کے کسی بڑے شہر میں سیمینار کا انعقاد کرتی ہے۔ یہ اس کا اٹھارواں سیمینار تھا۔ اس میں چار عصری مسائل: عورتوں کی ملازمت، قیدیوں کے حقوق، پلاسٹک سرجری اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے قرضے زیر بحث آئے (سیمینار کی تفصیلی رپورٹ ۲۲ مارچ کے شمارے میں صفحہ ۲ پر شائع ہو چکی ہے) اس دوران متعدد دینی و دعوتی سرگرمیاں بھی انجام پائیں۔ سیمینار کو چونکہ ۲۸ فروری کی صبح سے شروع ہونا تھا۔ اور ہم لوگ ۲۷ فروری کو ہی مدورائی پہنچ گئے تھے۔ اس لئے رفقاء جماعت نے ۲۷ فروری کو محترم امیر جماعت کے متعدد پروگرام طے کر لئے تھے۔

منتظمین سیمینار کی جانب سے ہمارے قیام کا نظم شہر کے ایک بڑے ہوٹل میں کیا گیا تھا۔ عصر سے قبل ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ جماعت کے مقامی ذمہ داروں نے امیر جماعت کے بعض پروگراموں کے لئے ہوٹل کا کانفرنس ہال بک کرالیا تھا۔ نماز عصر کے بعد کارکنان و متفقین جماعت کے ساتھ ایک نشست کا اہتمام کیا گیا، شرکاء کی تعداد ڈیڑھ سو سے کم نہ رہی ہوگی۔ اس موقع پر امیر جماعت نے موجودہ حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آج مسلمانوں کو ہر جگہ نشانہ بنایا جارہا ہے۔ جو شخص بھی اسلام کا نام لیتا ہے اس کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ غلط آدمی ہوگا۔ وہ انسانیت کا دشمن اور اس کا برا چاہنے والا ہوگا۔ حالانکہ اسلام کو ماننے والا کبھی دوسروں کا برا نہیں چاہ سکتا۔ وہ ہمیشہ ان کا خیرخواہ ہوگا۔ انہوں نے فرمایا: اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے نہیں پیش کی ہے۔ ہم نے صحیح طریقے سے اسلام کا تعارف نہیں کرایا ہے۔ نہ زبان سے، نہ قلم سے، نہ عمل سے۔ مولانا نے کہا کہ جماعت اسلامی ہند بنیادی طور پر دو باتوں کی دعوت دیتی ہے۔ ایک یہ کہ ہم نے اسلام کو جتنا کچھ سمجھا ہے اس کے مطابق زندگی گزاریں اور کسی بھی حال میں اسلام سے نہ ہٹیں۔ دوسرے یہ کہ ہم دنیا کے سامنے اسلام کو اس کی صحیح شکل میں پیش کریں۔ اسے بتائیں کہ اسلام کیا چاہتا ہے اور کس طرح وہ موجودہ دور کے مسائل کو حل کر سکتا ہے۔

امیر جماعت نے کہا کہ ملک میں مسلمانوں نے بہت سے کام کئے ہیں، مگر شاید تعارف اسلام کا کام کما حقہ نہیں انجام پایا ہے۔ اہل ملک کے سامنے اسلام کی تعلیمات جس طرح آنی چاہئے تھیں، نہ آسکیں۔ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ اسلام کی دعوت کو عام کریں اور دنیا کو بتائیں کہ اسلام کیا ہے اور کیا چاہتا ہے؟ نماز مغرب کے بعد معززین شہر کے ساتھ ایک نشست اسی ہال میں منعقد کی گئی جس میں تقریباً ۸۰ افراد شریک ہوئے۔ ان میں سماج کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔ صحافی، وکلاء، سرکاری ملازمین اور تجارت پیشہ افراد وغیرہ۔ ان سے امیر جماعت نے خطاب کیا۔ سیمینار کے افتتاحی اجلاس میں امیر جماعت کو بھی اظہار خیال کا موقع دیا گیا۔

مولانا نے فقہی مسائل میں طویل عرصے پر محیط یکسانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ادھر سو ڈیڑھ سو سال میں مسائل میں بہت تیزی سے تبدیلی آئی ہے۔ آج کل دو طرح کے مسائل کا سامنا ہے۔ ایک وہ مسائل جو حالات میں تیز رفتار تبدیلی کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں اور دوسرے وہ مسائل جو غیر اسلامی فکر اور تہذیب کے غلبے اور دباؤ کے نتیجے میں سامنے آرہے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ اسلامی فقہ کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول پر ہے۔ لیکن ساتھ ہی فقہی ذخیرے سے استفادہ بھی ضروری ہے کیونکہ اس کی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ پر علماء نے طویل غور و خوض کیا ہے۔ مولانا نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ کسی ایک فقہ میں محدود ہو کر مسائل کو حل کرنے کی کوشش نہ کی جائے، بلکہ دوسرے فقہاء سے بھی استفادہ کیا جائے۔ عالم عرب میں کچھ دنوں پہلے سے یہ رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ ہندوستان میں اسلامک فقہ اکیڈمی نے یہ طرح ڈالی ہے۔ اس سے وحدت امت کا تصور ابھرا ہے اور مختلف مسالک کے علماء نے مل بیٹھ کر غور و خوض کرنا شروع کر دیا ہے۔ مولانا نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ نئے حالات میں اجتماعی اجتہاد ضروری ہے۔ یہ پہلے بھی ہوتا تھا، لیکن اب اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔

سیمینار میں زیر غور موضوعات کے لئے چار سیشن رکھے گئے تھے۔ راقم سطور نے پلاسٹک سرجری، اور امیر جماعت نے خواتین کی ملازمت کے موضوع پر مقالہ تحریر کیا تھا۔ فقہ اکیڈمی کے سیمینار میں مقالہ پڑھنے کی روایت نہیں ہے۔ لیکن منتظمین سیمینار نے خصوصی طور سے امیر جماعت سے اپنا مقالہ پیش کرنے کی خواہش کی۔ موصوف نے نہ صرف اپنا مقالہ پڑھا بلکہ اس سے قبل بطور تمہید، اسلامی نظام خاندان میں عورت کے دائرہ کار کے موضوع پر اظہار خیال بھی کیا۔

سیمینار میں بیرون ملک سے بھی متعدد اصحاب علم تشریف لائے تھے۔ ان میں ڈاکٹر صلاح الدین سلطان، المستشار الدین المجلس الشؤون الاسلامیہ، بحرین بھی تھے۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلطان کی شخصیت بڑی عالمانہ، متحرک اور موثر ہے۔ فقہ اور اصول فقہ کے موضوع پر ان کی بہت سی وقیع تصانیف ہیں۔ دینی و تربیتی موضوعات پر بھی ان کے کئی درجن کتابچے شائع ہو چکے ہیں۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ اس سیمینار میں شرکت کے لئے امیر جماعت اسلامی ہند بھی تشریف لائے ہیں تو انہوں نے خود رابطہ کیا اور تفصیلی ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ دوران سیمینار ایک موقع پر ان سے ملاقات کی گئی اور متعدد اہم موضوعات پر تبادلۂ خیال ہوا۔ انہوں نے اپنی تصانیف کا ایک سیٹ امیر جماعت کی نذر کیا۔ اس کے علاوہ داعیان دین کے تربیتی کیمپوں کے دو خاکے (دورۃ القادۃ الربانیین والربانیات) پیش کئے۔ زبانی تفصیل سے ان کا تعارف کرایا اور ان کی اہمیت واضح کی اور پیش کش کی کہ ان کیمپوں کے انعقاد کے لئے وہ اپنے خرچ پر آسکتے ہیں۔ دوران گفتگو انہوں نے بتایا کہ ان کا تعلق الاخوان المسلمون سے ہے اور وہ ہندوستان کی جماعت اسلامی سے بہت محبت کرتے ہیں۔ انہوں نے اس خبر پر اپنی تشویش کا اظہار کیا کہ جماعت اسلامی ہند نے خود کو ایک سیاسی تنظیم میں ڈھل جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جب ان کے سامنے یہ وضاحت کی گئی کہ یہ خبر صحیح نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جماعت کی دینی سرگرمیاں حسب سابق جاری رہیں گی۔ ساتھ ہی اس کی نگرانی اور سرپرستی میں الگ سے ایک سیاسی تنظیم قائم کی جائے گی تو اس پر انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ انہوں نے مصر، اردن، سوڈان، الجزائر اور ترکی وغیرہ کے حوالے سے تفصیل سے تجزیہ کیا کہ ان ملکوں میں تحریک اسلامی نے جب سیاسی میدان میں آنے کا فیصلہ کیا تو انہیں کن مسائل سے دوچار ہونا پڑا اور کس طرح انہوں نے ان پر قابو پایا۔

۲ مارچ کو سیمینار کا اختتامی اجلاس گیارہ بجے سے ہونا تھا۔ اس لئے اس دن صبح کے وقت مقامی رفقائے جماعت نے ان بستیوں کی زیارت کا پروگرام بنایا جہاں ربع صدی قبل قبول اسلام کی لہر کے دوران بڑی تعداد میں لوگ اپنے خاندانوں کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ ان بستیوں میں اٹھارہ مساجد جماعت اسلامی ہند کے زیر انتظام ہیں اور وہ ان کے اماموں اور معلمین مکاتب کی کفالت کرتی ہیں۔ پہلی منزل کورایور (Kurayur) نامی بستی تھی۔ جو مدورائی سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں تقریباً پچاس نو مسلم خاندان بستے ہیں۔ ہم لوگ پہنچے تو بہت سے مقامی افراد اکٹھا ہو گئے۔ ان کی خواہش پر امیر جماعت نے ان سے مختصر خطاب کیا۔ وہاں سے ہم کنڑل (Kandal) نامی ایک دوسرے گاؤں میں پہنچے۔ پورے گاؤں والوں نے پہلے عیسائیت قبول کر لی تھی۔ پھر جلد ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اپنے بچوں کے ساتھ اکٹھا ہو گئے۔ ان کے سامنے امیر جماعت نے مختصر گفتگو کی۔ سیمینار کا وقت ہونے والا تھا، اس لئے خواہش کے باوجود ہم لوگ دیگر بستیوں میں نہ جا سکے۔

سیمینار سے چار بجے سہ پہر فارغ ہونے کے بعد چونکہ واپسی میں وقت تھا اس لئے مغرب کی نماز کے بعد شہر کے مشہور مینا کشی مندر کی سیاحت کا پروگرام بنایا گیا۔ اس مندر کا شمار دنیا کے سات جدید عجائبات میں کیا گیا ہے۔ یہ شہر کے بالکل وسط میں واقع ہے۔ اس کے اردگرد پورا شہر کنول کے پھول کی شکل میں بسایا گیا ہے۔ مندر کا کمپلکس ۴۵ ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے۔ اصل مندر 254X237 میٹر کے حدود میں ہے۔ اس کے اردگرد بارہ ٹاور ہیں۔ ان میں سب سے مشہور اور سب سے بلند جنوبی ٹاور ہے۔ جس کی لمبائی ایک سو ستر فٹ ہے۔ شیو، وشنو، گنیش، مینا کشی، سندریشور اور دیگر دیوی دیوتاؤں کے مندر ہیں۔ اندر گولڈن لوٹس ٹینک (Golden Lotus Tank) ہے جس کی لمبائی ۱۶۵ فٹ اور چوڑائی ۱۲۰ فٹ ہے۔ ایک بہت بڑا (Thausand Pillar Hall) کے نام سے مشہور ہے۔ میوزیکل پلرس (Musical Pillars) بھی سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ ان کھمبوں پر جب ہلکی چوٹ ماری جاتی ہے تو ان سے الگ الگ طرح کی میوزک کی آوازیں نکلتی ہیں۔ پورے مندر میں جا بجا، دیواروں پر، منڈیر پر، چھت پر دیوی دیوتاؤں کی تصاویر بنائی گئی ہیں اور ان کی مورتیاں پتھروں میں تراشی گئی ہیں، عموماً ہر مورتی ایک ہی پتھر سے تراشی گئی ہے۔ یہ مندر اصلاً ساتویں صدی عیسوی میں تعمیر کیا گیا تھا۔ بعد میں بعض حکمرانوں کے ہاتھوں شکست و ریخت سے دوچار ہوا۔ اس کی موجودہ تعمیرات سولہویں صدی سے تعلق رکھتی ہیں۔

۳ مارچ کا دن امیر جماعت نے چنئی میں گزارا۔ وہاں انہوں نے اپنے بھائی بہن اور خاندان کے دیگر افراد سے ملاقات کی۔ شام کو حلقہ کی طرف سے خطاب عام رکھا گیا تھا۔ اس میں چار سو سے زائد افراد شریک ہوئے، جن میں نصف تعداد خواتین کی تھی۔ امیر جماعت نے ملکی و عالمی حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس وقت ایسی صورت حال بن گئی ہے کہ مسلمانوں کو نوع انسان کا دشمن سمجھا جانے لگا ہے اور اگر کچھ لوگ ایسا نہیں سمجھتے تو بھی انہیں انسانیت کا خیرخواہ اور اپنے ملک کے لئے کارآمد بالکل نہیں خیال کرتے۔ مولانا نے کہا کہ ملک جمہوریت کی اساس پر قائم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کے شہریوں کے ساتھ کسی طرح کا امتیاز نہیں برتا جائے گا اور ہر ایک کو ترقی کے مواقع ملیں گے۔ ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ یہ آزادی برقرار رہے اور دستور میں جو حقوق بیان ہوئے ہیں وہ ہمیں حاصل رہیں، تا کہ ہم بہ حیثیت امت مسلمہ یہاں اپنا کردار ادا کر سکیں اور دوسری قوموں کی طرح ترقی کر سکیں۔ مولانا نے کہا کہ اس ملک میں ہماری پہچان یہ ہے کہ ہم اسلام کو ماننے والے ہیں۔ اس لئے ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ اسلام ہماری زندگیوں میں آجائے اور پوری امت اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ بن جائے۔ ساتھ ہی ہم دوسروں کو بھی بتائیں کہ اسلام کیا ہے؟ اس کے عقائد کیا ہیں؟ اس کے اخلاق کیا ہیں؟ اس نے خاندان کے لئے کیا اصول فراہم کیے ہیں معیشت کے سلسلے میں اس کی کیا ہدایات ہیں؟ وہ حکومت و سیاست کے سلسلہ میں کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے؟ تا کہ اسلام کی صحیح تصویر ملک کے سامنے آئے اور اسے معلوم ہو کہ اسلام کیا ہے؟ امیر جماعت نے اتحاد کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسلام کا مطالبہ ہے کہ ہمارے درمیان زندگی کے ہر معاملے میں اتحاد و اتفاق ہو۔ انہوں نے نماز کی مثال دی کہ تنہا نماز پڑھنے میں زیادہ یکسوئی حاصل ہوتی ہے، لیکن حکم دیا گیا کہ فرض نماز مسجد میں جا کر، جماعت کے ساتھ، ایک امام کے پیچھے ادا کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کتنی بڑی نادانی ہوگی کہ جس امت کو ایک ہونے کی تعلیم دی گئی اس کی پہچان یہ بن جائے کہ معمولی معمولی باتوں پر اس کے درمیان جھگڑے ہوتے ہیں اور وہ انتشار و اختلاف کی شکار ہے۔ آخر میں مولانا نے جماعت اسلامی کی دعوت پیش کی کہ وہ چاہتی ہے کہ مسلمان اپنے چھوٹے موٹے اختلافات کو فراموش کر کے اسلام کا نمونہ بن جائیں اور دوسروں تک اسلام کی تعلیمات پہنچانے کی کوشش کریں۔ انہوں نے حاضرین سے اپیل کی کہ وہ جماعت کے اس کام میں اس کا ساتھ دیں، تبھی یہ کام آگے بڑھے گا اور اسلام کو سربلندی حاصل ہوگی۔

اگرچہ یہ سفر خالص علمی نوعیت کا تھا اور اصل مقصد ایک فقہی سیمینار میں شرکت کرنے کا تھا، مگر متعدد دینی و دعوتی پروگراموں نے اس کی منفعت و افادیت میں اضافہ کر دیا اور امیر جماعت اسلامی ہند کی رفاقت حاصل ہونے کی وجہ سے مجھے ذاتی طور پر ان سے علمی استفادے کے قیمتی مواقع حاصل ہوئے۔ ●●

فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی کی مذمت

نئی دہلی۔ قیم جماعت اسلامی ہند جناب نصرت علی نے پیلی بھیت (یوپی) میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے پارلیمانی امیدوار ورون گاندھی کی مبینہ مسلم مخالف تقریر، ناندیڑ (مہاراشٹر) میں اشتعال انگیز سی ڈی کی تقسیم، کرناٹک میں اڈپی کے قریب ایک مسجد اور قرآن پاک کی بے حرمتی و توہین، نیز ملک کے بعض دیگر مقامات پر بھی اسی طرح کے واقعات کو افسوسناک اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ موصوف نے حکومت کو توجہ دلائی ہے کہ اس طرح کی تمام غیر قانونی و غیر اخلاقی کارروائیوں سے کچھ لوگ پارلیمانی الیکشن سے قبل ملکی فضا میں انتشار پیدا کر کے اس کو اپنے سیاسی اغراض اور ناپاک عزائم کی تکمیل کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں۔ جس پر مکمل نگاہ رکھنا، ضروری اقدامات کرنا اور حالات کو خوش گوار بنائے رکھنے کے لئے موثر تدابیر اختیار کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

جماعت کے سکریٹری جنرل نے اپنے ایک بیان میں پیلی بھیت واقعہ پر الیکشن کمیشن کے فوری ابتدائی اقدامات کو قابل ستائش بتایا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ یہ زیادہ باعث اطمینان اس وقت ہوگا جب کہ بہ عجلت تحقیقات کر کے قانون اور ضابطوں کا تمسخر اڑانے والوں کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے۔

جناب نصرت علی نے ہندستانی عوام، بالخصوص مسلم ملت کو بھی متوجہ کیا ہے کہ الیکشن سے قبل ملک کے ماحول کو پراگندہ کرنے کے لئے اشتعال انگیز کارروائیاں کرنے والوں کے مذموم عزائم اور ناپاک منصوبوں کا ادراک کرتے ہوئے کسی اشتعال انگیزی کے فریب میں آکر کبھی کوئی نامناسب اور بے جا طرز عمل اختیار نہ کریں اور کہیں ضرورت محسوس کریں تو انتظامیہ اور حکومت کو اس کے فرائض کی ادائیگی کی طرف متوجہ کریں اور فضا کو پرامن و خوشگوار بنائے رکھنے میں اپنی ذمہ داری ادا کریں۔ جماعت کے سکریٹری جنرل نے عوام سے یہ بھی اپیل کی ہے کہ پارلیمانی انتخاب میں اپنی پسند کے بہتر امیدواروں کو منتخب کرنے کا جو موقع انہیں ملنے والا ہے اس کو فسطائیت اور فرقہ پرستی کی علمبردار قوتوں سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن جمہوری و پرامن کوشش کریں۔

ٹیچر ٹریننگ کیمپ

لکھنؤ۔ اتر پردیش فلاح عام سوسائٹی کی طرف سے ٹیچر ٹریننگ کیمپ ۵ رجون سے درسگاہ اسلامی، ذکاتی محلہ بریلی میں منعقد ہوگا۔ کیمپ میں شرکت کے خواہش مند اساتذہ یکم مئی تک سوسائٹی کے پتہ دارالسلام، مولوی گنج، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸ پر درخواستیں ارسال کر سکتے ہیں۔

تاریخ اشاعت تبدیل :- ۲۸ مارچ کی بجائے ۴ راپریل ۲۰۰۹ء

دعوت

ایک غیر معمولی پیشکش

جماعت اسلامی ہند کے ۶۰ سال

اکابر جماعت کی نظر میں

● جماعت اسلامی ہند کا قیام اور اس کا پس منظر ● نصب العین ● حالات اور مسائل ● ساٹھ سالہ سفر کا اتار چڑھاؤ
● مشکلات اور آزمائشیں ● تجربات و مشاہدات ● خدمات ● اہداف ● ترجیحات ● پیش رفت

جماعت کی دستاویزی پیشکش جس سے ملک میں تحریک اسلامی کی بنیادوں اور اس کی تاریخ کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور تحریک کو مضبوط اور مزید فعال بنانے میں رہنمائی حاصل ہوگی۔

جماعت کی یگانۂ روزگار شخصیات

★ مولانا محمد شفیع مونس ★ مولانا سید جلال الدین عمری ★ مولانا محمد سراج الحسن
★ ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری ★ مولانا عبدالعزیز ★ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی
★ ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی ★ مولانا محمد ارتضاء الدین حاذق ضیائی سہسرامی

ان حضرات کے علاوہ

● محمد جعفر (نائب امیر جماعت) ● پروفیسر کے اے صدیق حسن (نائب امیر جماعت)
● نصرت علی (قیم جماعت) سے ان کے میدان کار سے متعلق گفتگو اور ● ڈاکٹر محمد رفعت کی فکر انگیز تحریر

الــــوداع

ابوالمجاہد زاہد

فکرِ اسلامی کے عظیم شاعر حضرت ابوالمجاہد زاہد نے یہ اشعار اپنے انتقال سے چند ماہ قبل اُس وقت کہے تھے جب وہ مرکز جماعت کے شعبہ تعلیمات میں خدمات انجام دینے کے دوران بیماری کی وجہ سے رام پور میں زیر علاج تھے۔ حضرت زاہد کا انتقال ۶ رمارچ ۲۰۰۹ء کو علی گڑھ میں ہوا۔ یہ نظم پہلی بار اس تعزیتی نشست میں پڑھی گئی جو ۱۰ رمارچ کو مرکز جماعت کے کانفرنس ہال میں منعقد ہوئی تھی جس میں محترم امیر جماعت مولانا سید جلال الدین صاحب عمری اور دیگر حضرات بڑی تعداد میں شریک تھے۔

اے مسجدِ اشاعتِ اسلام ، الوداع ❀ اے گنبدِ حسین و در و بام الوداع
اے مرکزِ جماعتِ اسلام* الوداع ❀ سرچشمۂ ہدایت و پیغام الوداع
تیرے لیے بچھائے گئے جال نو بہ نو ❀ لیکن تو آسکا نہ تہِ دام ، الوداع
یہ جادۂ اقامتِ دیں ، ہے بہت کٹھن ❀ اٹھے سمجھ کے ، سوچ کے ہر گام ، الوداع
منزل کی سمت بڑھتے رہیں آپ کے قدم ❀ کتنا ہی سدِّ راہ ہوں آلام ، الوداع
امت لہولہان ہے ، ظالم سے چھین لو ❀ ہے بے نیام ظلم کی صمصام ، الوداع
ملت کے حق میں ایسی تدابیر کیجیے ❀ بن جائے نیک نام ، یہ بدنام ، الوداع
سیّد جلالِ دیں عمری[1] ، قلزمُ العلوم ❀ اے قائدِ جماعتِ اسلام ، الوداع
پیرِ جوان ، صبر و عزیمت کی اک چٹان ❀ حضرت شفیع[2] ، مونسِ اسلام ، الوداع
بھولوں گا میں نہ شیخ سراج الحسن[3] تمھیں ❀ اے زاہد و مجاہدِ اسلام ، الوداع
روشن دماغ ، پیکرِ تحقیق و آگہی ❀ اے عبدِ حق[4]! مصنفِ علام ، الوداع
نُصرت علی[5] و جعفر[6] و مُلّائے[7] محترم! ❀ چہرہ نمائے فتنۂ اوہام ، الوداع
سیّد غلام اکبر[8] فیّاض و دل نواز ❀ اے عارفِ معارفِ اسلام ، الوداع
اعجاز احمد اسلم[9] و صاحب دل و غیور ❀ اے شہ سوارِ ابلقِ ایام ، الوداع
اے رہ نُمائے جادۂ تعلیم و تربیت ❀ اشفاق احمد[10] ، اخترِ اسلام ، الوداع
عالی جناب حضرتِ فاروق مجتبیٰ[11] ❀ خوش طبع وخوش کلام وخوش اسلام ، الوداع
اے انتظار[12]! وحدتِ ملّی کے ترجماں ❀ تجھ پر عیاں ہے سازشِ اقوام ، الوداع
صدیق[13] خوش سلیقہ وخوش خو، خوش انتظام ❀ اے فکرو آگہی کے مہِ تام ، الوداع
جاوید[14] خوش خصال، خوش اقبال، خوش خیال ❀ سرمایۂ خلوص تیرے نام ، الوداع
فاروق خان[15]! حسنِ خطابت سے آپ کے ❀ ہوتے ہیں سامعین کے دل رام ، الوداع
اے زندگیِ نو کے مُدیرِ جواں قلم ❀ اے ڈاکٹر فریدیِ[16] قوام ، الوداع
پرواز[17]! اے صحافیِ بیباک و حق نگار ❀ اے کانتی کے احمد[18] خوش نام ، الوداع
اے عبدِ حق فلاحی[19] و مفتی تجاروی[20] ❀ اے دینِ حق کے بندۂ بے دام ، الوداع
اے سیّد ستودہ صفات! اے عتیقِ رب[21]! ❀ شہرِ کتب کے ناظم و قوام ، الوداع
سیّد وقار انور[22] خوش خو ، ادیب عصر ❀ اے خوشہ چینِ گلشنِ اسلام ، الوداع
اے قاسمی عقیدت[23] و منصوری[24] نصیر ❀ قول و عمل سے پیکرِ اسلام ، الوداع
ندوی شفیق عالم[25] و اے قاسمی رفیق[26] ❀ تم پر ہوں رحمتیں سحر و شام ، الوداع
اے افضل[27] و خلیل[28] و شبیبی[29]، خوش انتظام ❀ پیارے جلیل اصغر[30] ضرغام ، الوداع
اے تابش[31] سخن ور و اے نازشِ ادب ❀ ہے نقش میرے دل پہ ترا نام ، الوداع
حسنین سائر[32]! اے مرے غم خوار و یارِ غار ❀ ہے تیری سادگی بھی گہر فام ، الوداع
دکتور عبدِ باری[33] و اے شبنمِ شہیر ❀ روشن ہے تیرا نام ، تیرا کام ، الوداع
تم کو رِجھا سکیں نہ ضمیر[34] و نہال بیگ[35] ❀ بت خانۂ جدید کے اصنام ، الوداع
اے آفتاب[36] و اکرم[37] و عمران[38] و اے عبید[39] ❀ اے ناشرانِ دعوت و پیغام ، الوداع
احمد کلیم قاسمی[40] ، بوالخیر[41] اور عطا[42] ❀ ہو نیک کام آپ کا ہر کام ، الوداع
مختار[43] اور طاہر[44] و رمضاں[45]، جسیمِ دیں[46] ❀ تم کارِ خیر دیتے ہو انجام ، الوداع
اے نوجواں نسیم مجیدی[47] و تابشی ❀ اے نیرِ[48] منور اسلام ، الوداع
تنویر[49] نورا! افسر دارالمطالعہ ❀ پہنچا رہے ہو علم کا پیغام ، الوداع
اخلاق[50] اور ذاکر[51] و یونس[52]، جمالِ دیں[53] ❀ اے خادمانِ دین کے خدام ، الوداع
مرکز میں میرے چاہنے والے بہت سے ہیں ❀ سب کو مرا سلام بالاکرام ، الوداع
تاروں کی طرح دل میں چمکتے رہیں گے وہ ❀ مرکز میں جو گزارے ہیں ایام ، الوداع

جو بھی مرے قصور ہوں کر دیجیے معاف
مجھ کو ملے یہ آپ سے انعام ، الوداع

*مرکز جماعت اسلامی ہند۔ ۱۔ مولانا سید جلال الدین عمری امیر جماعت اسلامی ہند۔ ۲۔ مولانا محمد شفیع مونس سابق نائب امیر جماعت اسلامی ہند۔ ۳۔ مولانا محمد سراج الحسن صاحب سابق امیر جماعت اسلامی ہند۔ ۴۔ ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری صاحب سابق امیر جماعت اسلامی ہند۔ ۵۔ جناب نصرت علی قیم جماعت اسلامی ہند۔ ۶۔ جناب محمد جعفر نائب امیر جماعت اسلامی ہند۔ ۷۔ جناب محمد اقبال ملا سکریٹری شعبہ دعوت۔ ۸۔ جناب سید غلام اکبر سکریٹری مالیات۔ ۹۔ جناب اعجاز احمد اسلم سکریٹری جماعت ومدیر انگریزی ہفت روزہ ریڈینس نئی دہلی۔ ۱۰۔ جناب محمد اشفاق احمد سکریٹری شعبہ تعلیمات۔ ۱۱۔ جناب مجتبیٰ فاروق سکریٹری شعبہ ملی وملکی مسائل۔ ۱۲۔ جناب انتظار نعیم اسسٹنٹ سکریٹری۔ ۱۳۔ کے۔ اے۔ صدیق حسن صاحب نائب امیر جماعت اسلامی ہند۔ ۱۴۔ جناب محمد جاوید اقبال سکریٹری اشاعت اسلام ٹرسٹ۔ ۱۵۔ مولانا محمد فاروق خاں مترجم ہندی ترجمہ قرآن مجید۔ ۱۶۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی رکن مرکزی مجلس شوریٰ ومدیر ماہنامہ زندگی نو۔ ۱۷۔ جناب پرواز رحمانی مدیر سہ روزہ دعوت۔ ۱۸۔ ڈاکٹر محمد احمد مدیر ہفت روزہ وماہنامہ کانتی ہندی۔ ۱۹۔ مولانا عبدالحق فلاحی شعبہ عربی مرکز۔ ۲۰۔ مفتی مشتاق تجاوری مدرس اسلامی اکیڈمی۔ ۲۱۔ سید عتیق الرب منیجر مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز۔ ۲۲۔ سید وقار انور مشیر مالیات مرکز جماعت۔ ۲۳۔ مولانا عقیدت اللہ قاسمی معاون مدیر سہ روزہ دعوت۔ ۲۴۔ جناب محمد زین العابدین منصوری شعبہ دعوت۔ ۲۵۔ مولانا شفیق عالم ندوی شعبہ تعلیمات۔ ۲۶۔ مولانا محمد رفیق قاسمی سکریٹری جماعت شعبہ اسلامی معاشرہ۔ ۲۷۔ جناب محمد افضل احمد خازن مرکز جماعت۔ ۲۸۔ جناب خلیل احمد منیجر سہ روزہ دعوت۔ ۲۹۔ جناب صالح علی شبیبی محاسب مرکز جماعت۔ ۳۰۔ جناب جلیل اصغر اسسٹنٹ سکریٹری شعبہ دعوت۔ ۳۱۔ ڈاکٹر تابش مہدی مدیر شعبہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز۔ ۳۲۔ جناب محمد حسنین سائر شعبہ تنظیم۔ ۳۳۔ ڈاکٹر عبدالباری شبنم سبحانی صدر ادارہ ادب اسلامی ہند۔ ۳۴۔ جناب ضمیر فلاحی شعبہ تنظیم۔ ۳۵۔ جناب مرزا نہال بیگ شعبہ تنظیم۔ ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹۔ جناب آفتاب عالم فیضی، جناب محمد اکرم، جناب محمد عمران وجناب عبیدالرحمٰن کارکنان شعبہ استقبالیہ۔ ۴۰۔ مولانا محمد احمد اللہ کلیم قاسمی کمپیوٹر آپریٹر۔ ۴۱۔ جناب ابوالخیر کمپیوٹر آپریٹر۔ ۴۲۔ جناب عطاء الرحمٰن کارکن مرکزی مکتبہ اسلامی۔ ۴۳۔ جناب مختار عالم کارکن شعبہ تنظیم۔ ۴۴۔ جناب محمد طاہر ایڈوکیٹ۔ ۴۵۔ جناب محمد رمضان انجینئر۔ ۴۶۔ جناب جسیم الدین کارکن مرکز۔ ۴۷۔ جناب نسیم الرحمٰن مجیدی شعبہ تیاری کتب مرکزی مکتبہ۔ ۴۸۔ جناب محمد نیر پروڈکشن منیجر مرکزی مکتبہ۔ ۴۹۔ جناب تنویر آفاقی لائبریرین مرکزی اسلامی لائبریری۔ ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳۔ جناب اخلاق احمد، جناب محمد ذاکر، جناب محمد یونس، جناب جمال الدین عمومی کارکنان مرکز۔

سیرت مصطفیٰؐ اور دشمنوں کی کوششیں

سید عبدالمقتدر کاظمی جامعی، بھٹکل

◎

اسلام میں قابلِ تقلید اسوہ اگر کسی کا ہے تو حضرت محمد مصطفیٰؐ کا اسوہ اور نمونہ ہے۔ آپ کی زندگی، آپ کی معاشرت، آپ کی معیشت، آپ کے یومیہ اعمال، آپ کے قول وفعل، غرض ہر چیز قابلِ تقلید ہے اور اسی میں انسانوں کے لئے کامیابی اور کامرانی پنہاں ہے۔ تاریخ کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک ہم نے آپ کو اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز کیا ہے'' آپ کی ساری زندگی کا مشاہدہ کرنے والے آپ کے صحابہؓ ہیں جو آپ سے زندگی بھر چمٹے رہے اور آپ کی ہر ایک بات کو اور عمل کو محفوظ کرالیا۔ آپؐ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تابعین علیہم الرحمہ کو یہ عمل سکھایا بلکہ اس کا عملی نمونہ کرکے دکھایا، اس طرح آج یہ سیرت پاکؐ ہم تک پہونچی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''میرے صحابی ستاروں کے مانند ہے جس کسی کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔'' اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے صحابہؓ دنیا کے مختلف علاقوں اور ملکوں میں پھیل گئے وہاں پر لوگوں کو دین اسلام کی حقیقت سے واقف کرایا۔

آج چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا اور آپؐ کی بتائی ہوئی ہر ہر بات اور اس کے دنیوی اثرات وفوائد دنیا کے سامنے واشگاف ہورہے ہیں، محققین کی ایک جماعت اس بات کا پتہ لگانے میں مصروف ہے کہ سنت پر عمل کرنے سے کس کس طرح کے دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور کون سا عمل کس بیماری کے لئے کارگر ہے۔ چاہے وہ کھانے پینے کے آداب ہوں، سونے جاگنے کا طریقہ ہو، تعلیم وتعلّم کا مرحلہ ہو، آپ کے روزانہ کے معمولات ہوں، آپ کے لباس پہننے کا طریقہ ہو، حتی کے آپ کے بال کاٹنے اور ناخن تراشنے کے آداب پر بھی تحقیق ہورہی ہے، اور ہر ایک میں کئی کئی مصیبتوں اور بیماریوں سے چھٹکارا حاصل کرنے حکمت منکشف ہوئی ہے۔

اسلام دشمنوں کی سازشیں:

تو دوسری جانب اسلام دشمن محققین و مستشرقین حدیث پاکؐ کے متن وماخذ کو تبدیل کرنے اور صحابہؓ کے حالات زندگی خاص کر حضرت ابوہریرہؓ کے حالات زندگی اور پھر ان صحابہؓ کی زندگی جن سے زیادہ سے زیادہ روایات مروی ہیں کی زندگیوں میں عیوب کو تلاش کرکے ان کو مطعون کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اگر ان کی ذات لوگوں کے سامنے مطعون ہوجائے گی تو (نعوذ باللہ) حدیث پاک کا ایک بہت ہی بڑا ذخیرہ شک کی نگاہ میں آجائے گا اور قرآن کا خلاصہ تو سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے اور اس پر ہی اسلام کی اساس قائم ہے، اس کے ذریعہ سے دشمنوں کو اسلام کی بنیادی چیزوں پر حملہ کرنے کا اچھا موقعہ مل جائے گا۔ اور آج مغربی میڈیا کے ذریعہ یہی کام کیا جارہا ہے، روز بروز نئے نئے مسائل کو قوم کے سامنے اجاگر کرکے ان کو شکوک وشبہات میں مبتلا کیا جارہا ہے۔ اور سیدھے سادھے مسلمان اور مغربی معاشرے سے متاثر مسلمان ان کے جال میں بہ آسانی پھنس رہے ہیں اور مغربی میڈیا ان جیسے ہی نام نہاد مسلمانوں کو اسلام کے سچے علمبردار کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے۔

ہماری ذمہ داریاں:

اس ضمن میں ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے ان مومن بھائیوں کو دین اسلام سکھائیں بالخصوص جو مغربی تہذیب سے متاثر ہیں یا مغربی ملکوں میں تعلیم حاصل کرکے وہیں پر زندگی گزار رہے ہیں، یا کہیں پر بھی عیسائی تعلیمی اداروں میں یا ان کی مشنریز وغیرہ میں تعلیم پا رہے ہوں۔ تاکہ آئندہ آنے والی ان کی نسلیں اسلام سے بیگانہ نہ ہوجائیں، اسلام کے لئے سم قاتل نہ بنیں۔ خاص کرکے ان کو دین اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کرائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سوانح عمری سے واقف کرائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں کریں، اسلامی کارناموں سے ان کے ذہنوں کو معمور کریں۔ تاکہ آئندہ وہ ایک اسلام کا درخشاں اور تابندہ سپاہی بن کر غیر اقوام کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنیں۔ آج کے اس ترقی یافتہ زمانے میں بہت سارے وسائل واسباب مہیا ہیں جن کے ذریعہ سے ہم اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔ ان کے خیالات کو پہچان سکتے ہیں۔

ساتھ ساتھ اپنے نونہالوں کو اسلام دشمن عناصر اور ان کی تصنیفات، چینلز، اخبارات، مجلّات اور ان فکر کے حامل اشخاص سے واقف کرائیں ان سے حتی الوسع اپنے نونہالوں کو دور رکھیں، مثلاً سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے ملحد واسلام دشمن مصنفین کی تصنیفات سے۔

ہتھیار پہچان لیجئے:

اس ضمن میں سب سے بڑا اور خطرناک ہتھیار جن کو دشمنوں نے استعمال میں لایا وہ ہے عیسائی مشنریاں اور اسکول ہیں جن کے ذریعہ سے خود مسلمانوں میں بہت سارے منافقین وملحدین پیدا ہوئے اور دنیا کے کئی علاقوں میں ان کی مشنریاں سرگرم عمل ہیں جن کی بنیاد عیسائی مشنریز کے ہاتھوں انجام پائی ہے لیکن مسلمانوں کو پھنسانے کے لئے اسکولوں کی ذمہ داری اور ان کی باگ ڈور نام نہاد مسلمانوں کے ہاتھ سونپ کر اندرونی طور پر خطرناک سازش کے تحت ان بچوں کے خیالات اور نظریات میں فرق لارہے ہیں، ان کے دلوں میں مغربی معاشرہ کے تئیں محبت پیدا کررہے ہیں، اسلام کی بنیادیں ان کے اندرون سے کھوکھلی کی جارہی ہیں، انگریزی کے چند بول اور کچھ رموز سکھا کر سرپرستان نونہال کو گمراہ کررہے ہیں۔ ان کی دنیا و عاقبت کو تباہ کررہے ہیں۔ ہمارے سرپرستوں کو اپنے نونہال اور لخت جگر کو اسکولوں میں داخلے سے پہلے ذرا سوچنا چاہئے اور دور اندیشی سے کام لینا چاہئے کہ کہیں ہم دنیا کے چند ٹھیکریوں کے واسطے اور منفعت کی خاطر اپنی آخرت کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی تباہ تو نہیں کررہے ہیں؟ کہیں قیامت کے دن یہ بچہ اپنے والدین کی گردن پکڑنے کا سبب تو نہیں بنے گا؟ آج اسلام دشمن قوتیں اس طریقہ میں بہت حد تک کامیاب ہوگئی ہے بڑے بڑے اسکول اور یونیورسٹیاں کھول کر ان میں مسلم طلبہ کو لالچ دلا کر اپنے پھندے میں پھانسنے کا آسان ذریعہ بنالیا گیا ہے اور اس میں ایک حد تک وہ کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔ اس زاویہ سے ہم کو سوچنا چاہئے اور جتنا ممکن ہوسکے اپنے نونہالوں کو ان فریبی ومکار لٹیروں سے اپنا دامن دور رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کی مثال ماضی قریب میں انیسوی وبیسوی دہائی میں ہم کو نئی دنیا (امریکہ) میں اور برازیل کے کئے علاقوں میں مل سکتی ہے کہ جب مسلمان عرب اپنے آبائی علاقوں سے ہجرت کرکے نئی سرزمین پر آباد ہوئے تو ان کے والدین وبزرگ تو اسلام پر قائم رہ سکے لیکن اپنی آئندہ نسلوں کو اسلام سے روشناش کرانے میں ناکام رہے اور اپنی اولاد کو عیسائی

باقی صفحہ ۵ پر

تیسرے محاذ کی ابتداء یہ ہے تو انجام کیا ہوگا؟

بابو شہابی

کسی بھی سیاسی محاذ کی تشکیل بہرحال مشکل کام ہے لیکن اس محاذ کو متحد رکھنا اور اسے چلانا محاذ کی تشکیل سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی میں کئی سیاسی محاذ بنے مگر وہ چل نہ سکے۔ اب تو لوگوں کو ان محاذوں کے نام بھی یاد نہیں ہیں۔ بہرحال اِنی الحال تین محاذ سرگرم ہیں۔ دو پہلے سے تھے اور تیسرے کی تشکیل ''تھرڈ فرنٹ'' کے نام سے ابھی ابھی ہوئی ہے۔ پہلے سے جو تین محاذ ہیں ان میں دو کو مرکزی حکومت کی قیادت کا اعزاز حاصل ہوچکا ہے اور ان دونوں محاذوں کو کامیاب بھی کہا جاسکتا ہے۔ بی جے پی کی قیادت والا قومی جمہوری اتحاد جہاں 1998 سے 2004 تک اقتدار میں رہا وہیں کانگریس کی قیادت والا متحدہ ترقی پسند اتحاد فی الحال برسر اقتدار ہے۔ اگلے ماہ سے شروع ہونے والے لوک سبھا انتخاب میں ان ہی دونوں محاذوں میں اہم مقابلہ ہے لیکن انتخاب سے عین قبل بایاں محاذ کی مدد سے ایک اور محاذ وجود میں آگیا ہے جس میں اترپردیش میں برسر اقتدار بہوجن سماج پارٹی اور سابق وزیر اعظم دیوے گوڑا کی قیادت والی تنظیم (جنتا دل سیکولر) پیش ہے۔ یہ محاذ ابھی پچھلے ہفتے ہی بنا ہے مگر وزیر اعظم کے نام پر اس میں کھینچ تان شروع ہوچکی ہے جو محاذ کے مستحکم نہ ہونے کا واضح اشارہ ہے۔ بہوجن سماج پارٹی کی صدر مایاوتی نے وزیر اعظم کی دعویداری کا اعلان کردیا۔ وہی ہے جبکہ دیوے گوڑا اور بائیں محاذ کے لوگ چاہتے ہیں کہ انتخاب کے بعد وزیر اعظم کا انتخاب کیا جائے۔ بی ایس پی فی الحال اس معاملے پر سخت رخ اختیار کرتی نظر آرہی ہے۔ بنگلور میں تیسرے محاذ کی ریلی میں حصہ لینے گئے بی ایس پی کے جنرل سکریٹری ستیش چندر مشرا نے دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ پارٹی مایاوتی کے لئے وزیر اعظم کے عہدے کی دعویدار سے کم پر راضی نہیں ہوگی۔

بی ایس پی کا کہنا ہے کہ وہ آئندہ لوک سبھا انتخابات میں محاذ کے تمام حلیفوں میں سے سب سے زیادہ سیٹیں جیتے گی اور وزیر اعظم کے عہدے کے لئے ان کا دعویٰ خود بہ خود ثابت ہوجائے گا۔ واضح رہے کہ 22 جولائی 2008 کو مرکز میں متحدہ ترقی پسند اتحاد (یو پی اے) سرکار کے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے دوران تیسرے محاذ کی بات اٹھی تھی اور بی ایس پی چیف اور اترپردیش کی وزیر اعلیٰ مایاوتی کو وزیر اعظم کے طور پر پیش بھی کیا گیا تھا۔ بائیں محاذ کی اس پہل پر حالانکہ دیگر حلیفوں نے اعتراض کیا تھا۔ بی ایس پی کا دعویٰ ہے کہ اگلے عام انتخابات میں پارٹی ملک بھر میں کم از کم پچاس سیٹیں جیتے گی اور بی جے پی اور کانگریس کے بعد ایک بہت بڑی پارٹی کے طور پر ابھرے گی۔

بی ایس پی ذرائع کا کہنا ہے کہ 'قومی سیاست میں بی ایس پی کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لوک سبھا انتخابات کے بعد بی جے پی اور کانگریس کے بعد سب سے بڑے سیاسی اتحاد کے طور پر تیسرے محاذ کے ابھرنے کا خواب دیکھا جارہا ہے اور مایاوتی اسی کے ذریعہ وزیر اعظم بننے کا خواب دیکھے بیٹھی ہیں۔ بایاں محاذ حالانکہ انتخابات سے پہلے کسی بھی لیڈر کو وزیر اعظم کی حیثیت سے پیش کرنے کے موڈ میں نظر نہیں آرہا ہے۔ بایاں محاذ کا ابھی تک اس سلسلہ میں کوئی بیان نہیں آیا ہے لیکن یہ معاملہ آئندہ میٹنگ میں زور شور سے اٹھائے جانے کی امید ہے۔ ذرائع کے مطابق تیسرے محاذ کے بعض لیڈروں کی یہ بھی دلیل ہے کہ شرد پوار کی نیشنلسٹ کانگریس پارٹی اور رام ولاس پاسوان کی لوک جن شکتی پارٹی بھی تیسرے محاذ میں شامل ہوسکتی ہے۔ اس صورتحال میں محترمہ مایاوتی کو وزیر اعظم کے لئے پیش کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ بائیں محاذ کے ایک ترجمان کے مطابق ایسی سوچ بن رہی ہے کہ 16 مئی کو لوک سبھا انتخابات کے نتیجوں کے اعلان کے بعد ہی وزیر اعظم کے عہدے کی دعویداری پر بحث کی جائے گی۔ دوسری جانب کچھ حلیف پارٹیاں تیسرے محاذ میں بی ایس پی کی کٹر مخالف سماج وادی پارٹی کو بھی اس میں شامل کرنے کی کوششیں کررہی ہیں۔ ملائم سنگھ یادو کی پارٹی کے شامل ہونے کی روکاٹوں کے پیش نظر بی ایس پی اپنے لیڈر کو اعلیٰ مقام پر پروجیکٹ کرنے کی یقین دہانی چاہتی ہے۔ سیاست سے واقفیت رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ انتخابی نتیجوں کے اعلان کے بعد کم از کم دس ایسے لیڈران ہوں گے جو وزیر اعظم عہدے کے دعویدار ہوں گے۔ اسی لئے کم سے کم بی ایس پی یہ مسئلہ ابھی ختم کرنا چاہتی ہے۔

بنگلور میں ایک عشائیہ کے دوران صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں دیوے گوڑا نے کہا کہ اگر اترپردیش کی وزیر اعلیٰ مایاوتی کو انتخابات کے بعد تیسرا محاذ وزیر اعظم بنانے کا فیصلہ کرتا ہے تو انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس عہدہ کے لئے اپنا نام پیش کئے جانے کے سلسلے میں دیوے گوڑا نے کہا کہ اگرچہ اس سے قبل وہ دس مہینے 21 دن اس عہدہ پر فائز رہ چکے ہیں، لیکن ملک کے موجودہ پیچیدہ حالات میں وزیر اعظم بننے میں ان کی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ موقع پرست کانگریس اور فرقہ پرست بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کو مرکز میں اقتدار سے دور رکھنے کے لئے وہ اپنی جدوجہد کو مزید تیز کریں گے۔ بہرحال ! تیسرے محاذ میں شامل لیڈروں کے متضاد خیالات محاذ کی صحت کے حق میں نہیں ہیں۔

●●

بقیہ: اے اولاد آدم، ہم نے تم پر لباس نازل کیا

ہوئی آئی۔ یہاں کہا جاسکتا تھا کہ ایک خاتون چلتی ہوئی آئی لیکن خصوصیت کے ساتھ حیا کا ذکر کیا گیا۔ اس سے یہ اہم بات معلوم ہوتی ہے کہ عورت میں خصوصاً حیا ہونی چاہئے۔ سورہ واقعہ آیت ۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے حوروں کی خوبی بیان کی ہے ''اور ان کے لئے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ ایسی حسین جیسے چھپا کر رکھے گئے موتی۔'' یہاں جنت کی حوروں کی خوبصورتی یہ بتاتی جارہی ہے کہ وہ ''چھپے ہوئے موتی'' کی طرح ہوں گی۔ معلوم ہوا عورت مستور رہنے کی چیز ہے انہیں مستورات اسی لئے تو کہا گیا ہے مطلب چھپی ہوئی چیز۔

مسلم خواتین کو چاہئے کہ اپنے لباس پر خصوصی توجہ دیں۔ ساتر لباس پہنیں اور اپنی چھوٹی بچیوں کو بھی بغیر آستین کے کپڑے نہ پہنائیں یہ بھی آج کے دور کا جہاد ہے۔ بازار میں اگر ایسے بے حیائی کے کپڑے ہی ملتے ہیں تو آپ خود کپڑے سلوائیں لیکن بے حیائی کے کپڑے نہ خود پہنیں نہ ہی اپنی معصوم بچیوں کو پہنائیں۔ ☆ شفاف اور باریک کپڑے بالکل خریدنا بند کردیں اگر کپڑے مہین ہوں تو ان میں اندر ایک اور کپڑا لگا کر سلوائیں تاکہ ستر کی پابندی ہو ☆ چست لباس نہ پہنیں، چاہے دنیا کسی بھی طرف کیوں نہ جارہی ہو۔ فیشن کچھ بھی چل رہا ہو۔ ہمیں اپنی اسلامی اقدار کی حفاظت کرنی ہے۔ اس کے کلچر کی اس کی روایات کی حفاظت کرنی ہے تب ہی تو اسلام زندہ رہے گا۔ ورنہ بچے کپڑے پہنیں کرسچین کی طرح، تعلیم حاصل کریں یہودیوں کی تو اسلام کہاں سے ان کی زندگیوں میں آئے گا؟ ☆ خصوصاً غیر مسلم قوموں کے لباس سے پرہیز کریں اور بے حیائی کو فروغ دینے والے ملبوسات کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ ☆ بچوں کو ایسے کپڑے نہ پہنائیں جن پر تصویریں بنی ہوئی ہوں یا جن پر غیر مسلموں کے نام جلی حرفوں میں لکھے ہوئے ہوں۔ جس طرح مشاہدے میں بات آئی ہے کہ لڑکیوں کے کپڑوں پر Barbie کی تصویر اور لڑکوں کے کپڑوں پر Spiderman / Superman اور فلمی ہیروز کی تصویریں بنی ہوتی ہیں ایسے لباس سے پرہیز کریں۔ ☆ بچیوں کو چھوٹی عمر سے ہی دوپٹہ اور اسکارف کی عادت ڈالیں۔ باہر جاتے وقت خصوصاً بچیوں کو اسکارف پہنایا جائے۔ ☆ جن خواتین کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شعور وفہم عطا کیا ہے اور وہ دین کی تبلیغ کے لئے سرگرداں بھی ہیں وہ خود ساتر لباس پہنیں اور اپنے بچوں کو بھی مکمل لباس زیب تن کروائیں۔ ہمیں عملی نمونہ بننا ہوگا۔ ہمارے قول وعمل میں تضاد ہوگا تو ہماری بات کا کیا اثر ہوگا؟ ☆ ہم سب کی آرزو، تمنا، خواہش یہی ہے کہ ہمیں جنت ملے تو اس کے لئے دنیا میں کچھ خواہشات کی قربانی دینی ہوگی۔ تب ہی جنت کا حصول آسان ہوگا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وصحابیات کی اتباع کرنی ہوگی۔ ☆ مرد حضرات کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے گھر کی خواتین اور بچیوں کو ساتر لباس پہننے کی تاکید کریں اور اس میں کوتاہی نا برتیں۔ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ اگر اللہ اور اس کا فضل رحم وکرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص پاک نہ ہوسکتا مگر اللہ جسے چاہتا ہے پاک کردیتا ہے۔''

(سورۃ النور، آیت ۲۱)

●●

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2009 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)

اس سے نوجوانوں کی حمایت حاصل نہیں ہوسکتی

◎

"ستیہ میو جیتے" اور حق غالب آ گیا۔

ورن گاندھی کے بچکانہ گھن گرج نے ہماری قومی سیاسیات اور آج کی سوسائٹی سے متعلق ہر قسم کے حقائق سے پردہ اٹھا دیا۔ نوجوان ورن نے پہلا الیکشن لڑتے ہوئے صرف اسی غیر مہذب زبان کا استعمال کیا جس پر ان کی پارٹی ایمان رکھتی ہے یا پیش کرنا چاہتی ہے کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کو قتل کرنے یا ان کے ہاتھ کاٹ دینے کا حق حاصل ہے اور یہ کہ مسلمان بہت بڑے دہشت گرد ہیں۔ وہ اسامہ بن لادن جیسے دہشت گرد ہیں اور یہ کہ ہندوؤں کے ساتھ بہت زیادہ بدسلوکی کی جاری ہے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف متحد ہوجانا چاہئے وغیرہ۔ سچائی بہت تلخ اور پریشان کن ہوتی ہے۔ ہمیں خوش کلامی کی ضرورت ہے اور تلخ حقائق پر زریں پردے ڈالنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ ہالی ووڈ کی ہیروئنیں چمکدار مختصر لباس سنسر سے بچنے کے لئے استعمال کرتی ہیں جب کہ پورا جسم دکھا دیتی ہیں اس طرح الیکشن کے عمل کے دوران کھل کر بولنا بہت غلط ہے۔

اور ورن کی ہم نے کیا گردش دکھائی۔

یہ کمل کے پھول والا (بی جے پی کا) ہاتھ ہے۔ یہ الیکشن کے بعد مسلمانوں کے گلے کاٹ ڈالے گا۔ انہوں نے اپنی سرزمین کو پاکستان بننے سے بچانے کے لئے ہندوؤں سے متحد ہونے کی اپیل کی اور وعدہ کیا "اگر کسی نے کسی ہندو کی طرف ہاتھ اٹھایا تو میں گیتا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں اس ہاتھ کو کاٹ ڈالوں گا۔" انہوں نے مذاق کرتے ہوتے بھی کہا ان لوگوں کے نام کیسے خوفناک ہوتے ہیں کریم اللہ، مظہر اللہ۔ اگر آپ رات میں انہیں دیکھ لیں تو خوف ودہشت سے لرز اٹھیں۔ انہوں نے ایک بچے کی حیرت کا ذکر کیا جس نے مسلم امیدواروں کی تصویروں کے ساتھ الیکشن سے متعلق پمفلٹ دیکھا اور پوچھا "مجھے معلوم نہیں تھا کہ اسامہ بن لادن آپ کے حلقہ سے الیکشن لڑ رہا ہے" اور انہوں نے بچہ سے وعدہ کیا کہ امریکہ اسامہ بن لادن کو نہیں پکڑ سکا لیکن ورن گاندھی الیکشن کے بعد اس کو پکڑ کے رہے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ورن گاندھی کے خلاف مجرمانہ حرکات کے سلسلہ میں تعزیرات کی دفعہ ۱۵۳ (اے) مذہبی گروہوں کے درمیان دشمنی کو بڑھاوا دینے اور یکجہتی میں خلل ڈالنے سے متعلق اور دفعہ ۱۸۸ سرکاری احکام کی خلاف ورزی اور عوامی نمائندگان ایکٹ کی دفعہ ۱۲۵ الیکشن سے قبل گروہوں کے درمیان دشمنی پھیلانے سے متعلق قوانین کے تحت مقدمات درج ہوگئے ہیں اور ان غیر ضمانتی جرائم کے سبب وہ کئی سال تک کے لئے جیل کی سلاخوں کے

انتر دیوسین

پیچھے ڈالے جاسکتے ہیں۔

فطری بات ہے بی جے پی کو شرمندگی اٹھانی پڑی ہے اس نے دھیرے سے ہی خود کو ورن سے دور کرلیا۔ اور اس کے دو علامتی مسلمانوں نے ان کا دفاع کرنے کی بجائے جرأت کا مظاہرہ کیا۔ شاہنواز حسین نے کہا ورن کو معافی مانگنی چاہئے۔ ان کے الفاظ سے بی جے پی کی آئیڈیالوجی بالکل ظاہر نہیں ہوتی۔ اور مختار عباس نقوی نے اس سے بھی بڑھ کر کہا۔ ورن گاندھی کے الفاظ سے بھی بی جے پی کا نہیں کانگریس کا کلچر ظاہر ہوتا ہے۔ ان سے ان کے خاندانی پس منظر اور ان کی پرورش وتربیت کا اظہار ہوتا ہے۔ آخر کار گاندھی نام جس نے ورن کو الیکشن کو سمجھنے کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی بی جے پی کا یوتھ ہیرو بنا دیا، بی جے پی کے لئے پریشانی کا سبب بن گیا۔ اس طرح جیسے غیر منقسم ہندو پریوار کے لئے۔

اس ہنگامہ سے بہت سے حقائق سامنے آگئے ہماری سیاسی پارٹیوں کی توازن قائم کرنے کی کوشش کے سلسلے میں جو وفاداری، نفرت اور عملی معاملات سے متعلق نتائج کیک رکھنا اور اسے کھانا چاہتی ہیں اور اس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اس پارٹی سے نہ ورن گاندھی کا تعلق ہے اور نہ بی جے پی میں شامل مسلمانوں کا۔ ہندو توپر توجہ دینے والی پارٹیوں کے لئے مسلمان مستقل طور پر غیر ہیں اور ورن کی تقریر نے ایک بار پھر اس کو واضح کردیا۔ بی جے پی کے مسلم لیڈروں نے اس کو واضح کردیا کہ خود بی جے پی سے تیزی سے ابھرتے اس ستارہ کا کوئی تعلق نہیں ہے بہرحال وہ کانگریس کے پروردہ ہیں۔

بڑی عجیب بات ہے کہ بی جے پی نے پوری بے شرمی کے ساتھ ورن کے گاندھی نام اور کانگریس سے تعلق کا اب تک خوب فائدہ اٹھایا۔ ان کے چیخ کر نعرہ لگانے "جے شری رام" کے بعد انتخابی مہم کے دوران "ورن نہیں یہ گاندھی ہے دوسرا سنجے گاندھی ہے"۔ جیسے نعرے لگائے جارہے ہیں۔ صرف یہی نعرہ نوجوانوں پر اپنے اثرات ڈال سکتا ہے جو گاندھی خاندان کا گلیمر دیکھ سکتے ہیں لیکن سنجے گاندھی کے بارے میں انہیں کچھ یاد نہیں ہے۔ اپنے پیروکاروں سے باہر سنجے ایسے گھمنڈی منصب دار بے رحم، سنگ دل نوجوان شخص کی حیثیت سے بدنام تھے۔ جس نے اپنے اختیارات واثرات کا اپنی ماں اندرا گاندھی کے اوپر بیجا استعمال کیا اور ایمرجنسی کی زیادتیوں جبری نسبندی بے حسی کے ساتھ مسلم بستیوں کی صفائی یہاں تک کہ جرنیل سنگھ بھنڈرانوالا کی خفیہ مدد کے لئے بڑی حد تک ذمہ دار تھا۔ جو بعد میں اندرا گاندھی کا حریف بن گیا۔

ہاں صرف بے دماغ جو شیلے نوجوان ہی اس طرح کے ہولناک نعرے لگا سکتے ہیں لیکن پھر ورن گاندھی کی پوری مہم کے بارے میں بچکانہ پن کی بات کہی جائے گی ان کا بی جے پی کے خفیہ نظریات کا ایسے وقت میں بلا تامل کہہ ڈالنا جب کہ پارٹی ماڈریٹ الیکشن پارٹنرس اور مسلم رائے دہندگان کو رجھانے کے لئے اس طرح کے فرقہ وارانہ جذبات کو چھپانے میں مصروف ہے۔ ان کا خطرناک حد تک غیر ذمہ دارانہ رویہ بگڑے ہوئے چھوکرے پن کا مظہر ہے۔ ان کا فلمی انداز کا ہڑبولا پن "میں گیتا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اس ہاتھ کو کاٹ دوں گا۔" ان کے غلط الفاظ، اسکولی لڑکوں جیسے طنز وتشنیع اور بچکانہ لاف گزاف انتخابی مہم کو دلچسپ بچکانہ رُخ دیتے ہیں یہ یوتھ پاور کو ایک مدت تک خود سے دور رکھنے کے لئے کافی ہے۔

یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ ہمارے لیڈر بہت پرانے ہیں۔ ہمیشہ نوجوانوں کے پیچھے نہیں چل سکتے۔ مغربی رنگ میں رنگے ہوئے سیاست باز اسمارٹ لڑکے نہ دیکھے گئے اور نہ ہی سنے گئے۔

صاف شفاف چہرہ اور اسمارٹ سڈول جسم ہی کافی نہیں ہے ہمیں تازہ خیالات نئے، انداز فکر ترقی پسند اقدار کی ضرورت ہے۔ اس کی بجائے ہم ایسے نوجوانوں کو دیکھ رہے ہیں جو اپنے سے بڑوں کی لائن پر آنکھ بند کر کے چل رہے ہیں ان کی بنیاد پر جوش کا مظاہرہ کرتے ہیں نوجوانوں کی طاقت اکثر وبیشتر ترقی پسند نظریات کی بجائے قابل مذمت طاقتوں کی نمائندگی کر بیٹھتے ہیں اس طرح کی عوامی ذمہ داریوں کے لئے بے چین نوجوان نامناسب ثابت ہوتے ہیں۔ اور پھر سادہ مزاج نوجوان ہیں جیسا کہ راہل گاندھی نے یوپی میں ۲۰۰۷ء کی انتخابی مہم میں بچکانہ دعوے کئے ان کے خاندان نے ہمیں آزادی دلائی، ہمیں ۲۱ویں صدی میں پہنچایا۔ اور خستہ حال پاکستان کو دو ٹکڑے کردیا۔ انہوں نے اس قسم کے دعوے کئے تھے اس سے پہلے راہل نے اعلان کیا تھا کہ اگر اس وقت گاندھی خاندان برسر اقتدار ہوتا تو بابری مسجد کو بچایا جاسکتا تھا۔ یہ سیاست کی بڑی اور بری دنیا میں اس طرح کی معصومیت کو دیکھنے کی بات تھی۔ پھر بھی ماسٹر راہل کا اپنے خاندان کے بارے میں بڑبولے پن کا ماسٹر ورن کے اپنے پریوار کے بارے میں بڑبولے پن سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ لیکن یوپی کے الیکشن کی مہم بہت بری ثابت ہوئی جیسا کہ ۲۰۰۷ء کی بی جے پی مہم کی قابل نفرت سی ڈی میں مبینہ طور پر گڑبڑ کی گئی تھی جیسا کہ آج ورن کی سی ڈی کے بارے میں کہا جارہا ہے۔ جس میں مسلمانوں کو دہشت گرد اور ہندو لڑکیوں کو اغوا کرنے والا اور ایسا قصائی قرار دیا گیا ہے جو بے رحمی کے ساتھ گایوں کو ذبح کر ڈالتا ہے۔ ایسے لوگ جو پانچ پانچ شادیاں کرتے ہیں اور ۳۵-۳۵ بچے پیدا کرتے ہیں جو بھارت کو قدامت پسند مسلم اسٹیٹ میں بدلنے کی سازش کرتے ہیں انتخابی مہم کے ماحول میں ورن کی بھیڑ جمع کرنے کی کوشش ان کی سادہ لوحی کی ایک اور مثال ہے۔ آپ اس طرح کی زبان استعمال کرکے بوڑھے لیڈروں کو اپنے ساتھ نہیں کرسکتے ہولناک قسم کے نریندر مودی بھی یہ نہیں کرسکتے۔ اس لئے اب ہمیں معلوم ہوگیا کہ ہمارے لیڈر اتنے پرانے کیوں ہیں یہ اچھی بات ہے سیاست بچوں کا کھیل نہیں ہے۔

(ایشین ایج، ۱۹/مارچ)

بقیہ: آسٹریلیا کے یہ حالات کیا کہتے ہیں؟

کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ذہنی بیماریاں بھی بڑھ رہی ہیں۔ شائع ہونے والی ایک اور رپورٹ کے مطابق آسٹریلیا میں شروع ہونے والا مالی خسارہ بھی لوگوں کی ذہنی بیماری اور منشیات کے استعمال کی وجہ ہے۔ پچھلے چند مہینوں میں آسٹریلیا میں کئی بڑی کمپنیوں نے سینکڑوں افراد کو کاروبار میں خسارے کی بدولت نوکریوں سے نکال دیا اور اس میں مزید اضافے کے آثار ہیں۔

آسٹریلیا ایک ایسا ملک ہے جہاں ہر دوسرے آدمی نے بنکوں سے قرضہ لیا ہوا ہے یا پھر زندگی کریڈٹ کارڈز پر بسر ہورہی ہے۔ لہٰذا عام آدمی قرضے کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ کاروبار بند ہونے یا پھر نوکری چھوٹ جانے کے بعد لوگ قرضے کی قسطیں نہیں دے پاتے۔

لہٰذا آئے دن نئے نئے گھر نیلام ہوتے اور گاڑیاں سستے داموں بکتی نظر آتی ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ معاشی بدحالی کے آسٹریلیا میں سنگین نتائج ہوں گے۔ لوگوں میں بے چینی اور ذہنی پریشانی اور بڑھے گی اور معاشرہ میں جرائم بڑھنے کے آثار ہیں۔

آسٹریلیا کی سب سے زیادہ متنازعہ سیاسی شخصیت پولین ہینسن نے دوبارہ سیاست میں آنے اور آسٹریلیا کے صوبے کوئینز لینڈ میں ۲۱/مارچ کو ہونے والے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ۱۹۹۷ء میں پولین ہینسن نے ون نیشن کے نام سے ایک سیاسی پارٹی تشکیل دی تھی اور قیادت کی تھی۔ پولین ہینسن کے ایجنڈے میں سفید فام آسٹریلوی باشندوں کی بالادستی برقرار رکھنا اور باہر سے آنے والے بالخصوص ایشیائی باشندوں کو روکنا تھا۔ ۱۹۹۸ء میں کوئینز کے صوبائی انتخابات میں ون نیشن پارٹی سے حصہ لیا تھا ۸۹ سیٹوں میں سے ۱۱ سیٹوں پر اپنے نمائندے پارلیمنٹ میں لانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ بعد میں فراڈ کے جرم میں پولین ہینسن اور ان کی ون نیشن پارٹی پر پابندی لگادی گئی تھی۔ واضح رہے کہ پولین ہینسن آسٹریلیا کی سب سے زیادہ متعصب شخصیت سمجھی جاتی ہے۔

●●

بقیہ: کیا یہ تسلی کافی ہے؟

امید دلائی ہے کہ اس سلسلہ میں دنیا کو پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، وزیر اعظم پاکستان کے سلامتی کے سابق مشیر محمود علی درانی نے یہ بات کہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان کے پاس جو جوہری اسلحہ ہے وہ خود بھی محفوظ ہے۔ اس کا کنٹرول بھی نہایت محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ اس کا انتہا پسندوں کے ہاتھوں میں جانے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا نہ اس کے مجنونانہ استعمال کا کوئی اندیشہ ہے۔ انہوں نے یہ بات سنگاپور میں ایک سوال کے جواب میں کہی۔ انہوں نے بتایا کہ عالمی برادری کو اس سلسلے میں بالکل مطمئن رہنا چاہئے۔ انہوں نے اس کی یقین دہانی بھی کرائی کہ پاکستانی حکومت کا انتہا پسندوں سے کوئی تعلق ہے، انہوں نے کہا کہ وہ انتہا پسندوں سے بہت دور اور انتہا پسندی سے پاک صاف ہے۔

●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر "دعوت" ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن

سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

اسلامیہ عربک کالج

ریسیڈنشیل اسکول منصورہ، آلور، ہاسن (کرناٹک)

زیر انصرام: منصورہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ)

دینی وعصری وعلوم کا حسین امتزاج

☆ اسلامیہ عربک کالج منصورہ جنوبی ہند کی منفرد اقامتی درسگاہ ہے جس میں ملک کی مختلف ریاستوں کے طلبہ زیر تعلیم ہیں ☆ اس کیمپس میں پرائمری اسکول، ہائی اسکول اور عربک کالج ہے، دینی علوم میں ثانویہ تک تعلیم ہوتی ہے۔

مقاصد تعلیم

☆ طلبہ کو کتاب وسنت کی تعلیم سے آراستہ کرنا ☆ عصری علوم سے روشناس کرنا
☆ مومنانہ بصیرت پیدا کرنا ☆ فریضۂ اقامت دین کے لئے تیار کرنا
☆ خدا کا مخلص بندہ اور ملک کا ایک اچھا شہری بنانا

دستیاب سہولتیں

وسیع کیمپس، خوشگوار اور پرسکون ماحول میں معیاری تعلیم وتربیت، خوبصورت وعالیشان عمارتیں، جدید سہولیات سے نفیس ہاسٹل، نماز کے لئے کشادہ مسجد، معلوماتی کتابوں سے پُر لائبریری، کمپیوٹر اور سائنس لیب، مارشل آرٹ کی تعلیم، کھیل کود کے لئے وسیع میدان، دعوتی کام کے لئے تحریری وتقریری مشق، تمام شعبوں کے لئے قابل، تجربہ کار، محنتی اور مشفق اساتذہ۔

اپنے بچوں کی بہترین تربیت اور روشن مستقبل کے لئے آج ہی رابطہ کریں

رجسٹریشن اور مزید تفصیلات کے لئے صبح ۸ بجے سے دوپہر ۳ بجے کے درمیان ہمارے آفس کے فون نمبر 08170-218320/9341995959 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

نوٹ: انشاء اللہ مندرجہ ذیل مقامات پر متعینہ تاریخوں میں داخلہ ٹسٹ کا انعقاد ہوگا۔

☆ گلبرگہ: ۳/مئی ۲۰۰۹ء بروز اتوار، صبح دس بجے ☆ ہبلی: ۵/مئی ۲۰۰۹ء بروز منگل، صبح دس بجے
☆ منگلور: ۱۰/مئی ۲۰۰۹ء بروز اتوار، صبح دس بجے ☆ منصورہ: ۱۷/مئی ۲۰۰۹ء بروز اتوار صبح ۸ بجے

طاہر حسین (سکریٹری)	منور پاشاہ (پرنسپل)
09845475006	09986846146

اسرائیل کی بدنام زمانہ جاسوسی تنظیم 'موساد' کی کہانی اس کے سابق ممبر کی زبانی

اردو میں دو اہم کتابیں

☆ موساد کا فریب ● قیمت-/300 ● صفحات 336 مجلد
☆ فریب کا دوسرا چہرہ ● قیمت-/275 ● صفحات 300 مجلد
مصنف: وکٹر اوسٹرووسکی

● تنظیم کے اندرونی ڈھانچہ اور ماحول کے بارے میں ناقابل فراموش معلومات ● عراقی ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کئے جانے کی سنسنی خیز تفصیل ● فریب کا دوسرا چہرہ میں مزید حیرتناک انکشافات۔

ملنے کا پتہ: COSMOS BOOKS E-79, Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar, Okhla N-Delhi-25 Mob:09891472714

دیگر پتے:
مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی
P.O. Box No.9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph:011-26954341,26971652 Fax: 26950975,26947858
نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی
2035 قاسم جان اسٹریٹ، بلی ماران، دہلی۔110006
Phone No.011-23262545, 55363445

دعوت

ایجنٹ صاحبان متوجہ ہوں

دعوت کا خصوصی نمبر 'جماعت اسلامی ہند کے ساٹھ سال' جو تقریباً ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور قیمت 50/= روپے ہے۔ ۴/اپریل کا شمارہ ہوگا۔ ایجنٹ صاحبان اپنی مطلوبہ تعداد سے جلد از جلد مطلع فرمائیں۔ بصورت دیگر سابقہ آرڈر کے مطابق خصوصی شمارے کی کاپیاں بھیج دی جائیں گی۔

منیجر

ضرورت رشتہ

منصوری برادری کے یوپی سے تعلق رکھنے والے معزز گھرانے کی دو لڑکیاں جن میں ایک کی عمر ۲۲ سال قد پانچ فٹ پانچ انچ، رنگ گورا جو Diploma Software کئے ہوئے ہے اور ایم اے انگریزی میں کررہی ہے۔ دوسری لڑکی جس کی عمر ۲۰ سال قد پانچ فٹ تین انچ جو بی اے فائنل سال میں ہے۔ ان دونوں لڑکیوں کے والد لکچرار فزکس ہیں کے لئے مناسب اور برسر روزگار لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکیاں نیک سیرت، امور خانہ داری میں ماہر صوم وصلوٰۃ کی پابند۔

رابطہ نمبر
09450691994

کیا آپ گھریلو انڈسٹری لگانا چاہتے ہیں؟

اُردو میں جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ کتابوں کا مطالعہ کرکے
اپنی بیکاری دور کریں اور اپنی زندگی میں بہار لائیں

● سوپ وڈیٹرجنٹ انڈسٹریز (Rs.75/-) ● فوڈ پروسیسنگ انڈسٹریز (Rs.75/-)
● ربر وپلاسٹک انڈسٹریز (Rs.95/-) ● کاسمیٹکس انڈسٹریز (Rs.75/-)
● خواتین وروزگار نمبر (Rs.40/-) ● مرغی پالن گائیڈ بک (Rs.25/-)
● کامیاب کاروباری نمبر (Rs.20/-) ● صنعت وتجارت سلور جبلی نمبر (Rs.40/-)
● اسپورٹس گڈس نمبر (Rs.15/-) ● بکری پالن گائیڈ بک (Rs.25/-)
● چھوٹے پیمانے کی منافع بخش انڈسٹریز حصہ اوّل (Rs.90/-) حصہ دوم (Rs.90/-)

تمام کتابیں ایک ساتھ منگوانے پر چھ مہینے تک ماہنامہ رہبر صنعت وتجارت مفت پایئے

RAHBAR-E-SANAT-O-TEJARAT
24-C, BRIGHT STREET, KOLKATA-700017
PH.: 033-22806152, MOB.: 09331001824

دماغین برین ٹانک

(۱) دماغین ہر عمر کے ذہنی وجسمانی طور سے مصروف لوگوں کے لئے مددگار ہے
(۲) دماغین میں دوائی وغذائی اجزاء سے بھرپور مشہور پھل آملہ جزء اعظم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جس میں وٹامن "سی" سب سے زیادہ اور ساتھ میں کیلشیم اور فولاد بھی پایا جاتا ہے۔
(۳) دماغین یکسوئی کو بڑھاتا ہے۔ اور تھکان کم کرتا ہے۔
(۴) دماغین منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے اور ہضم کی اصلاح کرتا ہے۔
(۵) دماغین خوش ذائقہ تازگی وتوانائی سے بھرپور ایک یونانی دوا ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

لیبل وکیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلق، خناق، کھانسی، نزلہ، وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

حکومت سے منظور شدہ ایکسپورٹ ہاؤس
سپر ٹینری لمیٹڈ

● برنشڈ بف کاف ● فیشن اسپیل لیدرز ● اَپَل پُل اَپ ● انڈسٹریل سیفٹی بوٹ لیدرز ● نوبک ● واٹر پروف لیدرز ● گارمنٹ سپا ● شوز اینڈ بوٹ اَپرز

SUPER TANNERY LIMITED
(A Government Recognised Export House)
187/170, JAJMAU ROAD, KANPUR-208010 (INDIA)
Tel:+91-512-2460137,2465362,2462138,2461079
Fax:+91-512-2460792,2462227,
Email:supertannery@satyam.net.in
Website:www.supertannery.org

جموں وکشمیر یتیم خانہ سری نگر

ایک تعارف

یہ ادارہ ★ دو ہوسٹل چلاتا ہے جن میں چار سو یتیم بچے رہتے ہیں ★ یتیموں کے لئے ایک چیریٹیبل ہائر سکنڈری اسکول چلاتا ہے ★ مختلف آبادیوں میں دستکاری کے ساتھ چیریٹیبل مراکز چلاتا ہے ★ چار سو بیواؤں کو ماہانہ امداد دیتا ہے ★ ایک سو معذور افراد کو مالی امداد فراہم کرتا ہے ★ یتیم بچیوں کو مالی امداد دے کر شادی کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ★ تعلیم کے لئے سو یتیم بچیوں کی مدد کرتا ہے ★ ہائر اور ٹیکنیکل تعلیم کے لئے منتخب شدہ یتیم بچوں کی مالی امداد کرتا ہے ★ غریب، نادار اور محتاج مریضوں کی روزانہ امداد کرتا ہے

اس یتیم خانے کا معائنہ کیجئے

اور ہماری عملی خدمات اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ ہر چیز کھلی ہے، حسابات چیک ہوتے ہیں۔ ۰۹-۲۰۰۸ء کا بجٹ تقریباً دو کروڑ روپے ہے۔ ہم اپنی یہ خدمات بلا لحاظ مذہب وملت پیش کرتے ہیں۔ بس آخرت میں اچھے اجر کی طلب اور دوزخ سے پناہ مطلوب ہے۔

اپنے عطیات اس نام سے بھیجیں

"J & K YATEEM KHANA, A/C No. SB7378"
JK Bank, Chawri Bazar, Delhi-110006

ایس اے بخاری (چیئرمین)
09419059772

Jammu & Kashmir Yateem Khanah (Orphanage)
Bemina - Chatabal Crossing, Srinagar - 190010
Ph.: 0194 - 2471707, Mob.:09419056249, 09419059133,
Fax:0194-2481056

تحقیقاتِ اسلامی کے فقہی مباحث

عہد حاضر کے نامور عالم دین مولانا سید جلال الدین عمری کے قلم سے

اسلامی شریعت میں اجتہاد کی حیثیت، اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں اجتہاد وقیاس پر عمل، ہندستان کی شرعی وقانونی حیثیت، دار الاسلام ودار الحرب کی تعریف، موجودہ عالمی پس منظر میں ان کے تعلق کی نوعیت اور احکام، اسلامی ریاست میں غیر مسلموں پر اسلامی قانون کا نفاذ، غیر مسلموں سے ازدواجی تعلقات، قصاص کے معنیٰ ومفہوم، اسلام کے قانونِ قصاص، قتل اور قاتل کی نوعیتیں اور قذف ولعان کے احکام پر خالص عالمانہ مگر زبان وبیان اور طرز واسلوب کے لحاظ سے نہایت آسان، عام فہم اور دل نشیں گفتگو ——

اپنے موضوع پر ایک اہم اور موضوع سے متعلق درجنوں کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی کتاب۔

واضح رہے کہ یہ کتاب مولانا عمری کے ان مقالات پر مشتمل ہے، جو حسب موقع وضرورت ان کی ادارت میں شائع ہونے والے موقر مجلّے سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ ● صفحات: ۱۸۲ ● قیمت: Rs.100/-

نوٹ: مکتبے میں اسٹاک چیکنگ کی وجہ سے ۲۱ تا ۳۱/مارچ ۲۰۰۹ء تک آرڈر کی تعمیل نہیں ہوسکے گی۔

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652, 26946447(D) Fax : 26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com. Website: www. mmipublishers.net